قُلْ اِنَّ الْفَضْلَ بِيَدِ اللّٰهِ ۚ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ ۗ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ (آل عمران 74)

روزنامہ

الفضل

لندن

مدیر: ابو سعید

Online Edition

شمارہ:182 | جلد:2 | 13 ذوالحجہ 1441ہجری قمری | سوموار 03 اگست 2020ء

فرمانِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم

لَوْ كَانَ الْاِيْمَانُ عِنْدَ الثُّرَيَّا لَنَالَهٗ رَجُلٌ اَوْ رِجَالٌ مِّنْ هٰٓؤُلَآءِ

ترجمہ: اگر ایمان ثریا کے پاس بھی پہنچ گیا (یعنی زمین سے اُٹھ گیا) تو ان لوگوں میں سے ایک فرد یا کچھ افراد اُس کو واپس لائیں گے۔

(صحیح بخاری کتاب التفسیر ،تفسیر سورۃ الجمعۃ ،باب قولہ و آخرین منھم۔۔۔حدیث نمبر ۴۸۹۷)

حضرت سلطان القلمؑ کے رشحات قلم

میرا انکار خدا تعالیٰ کا انکار ہے

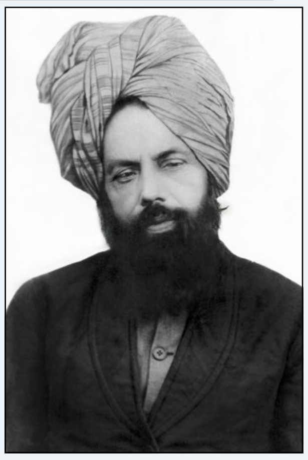

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

’’میرا انکار میرا انکار نہیں ہے بلکہ یہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا انکار ہے کیونکہ جو میری تکذیب کرتا ہے وہ میری تکذیب سے پہلے معاذاللہ، اللہ تعالیٰ کو جھوٹا ٹھہرالیتا ہے جبکہ وہ دیکھتا ہے کہ اندرونی اور بیرونی فساد حد سے بڑھے ہوئے ہیں۔ اور خدا تعالیٰ نے باوجود وعدہ اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ (الحجر: 10) کے ان کی اصلاح کا کوئی انتظام نہ کیا جب کہ وہ اس امر پر بظاہر ایمان لاتا ہے کہ خدا تعالیٰ نے آیتِ استخلاف میں وعدہ کیا تھا کہ موسوی سلسلہ کی طرح اس محمدیؐ سلسلہ میں بھی خلفاء کا سلسلہ قائم کرے گا۔ مگر اس نے معاذاللہ اس وعدہ کو پورا نہیں کیا اور اس وقت کوئی خلیفہ اس امت میں نہیں اور نہ صرف یہاں تک ہی بلکہ اس بات سے بھی انکار کرنا پڑے گا کہ قرآن شریف نے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مثیل موسیٰ قرار دیا ہے یہ بھی صحیح نہیں ہے۔ معاذاللہ۔ کیونکہ اس سلسلہ کی اتم مشابہت اور مماثلت کے لئے ضروری تھا کہ اس چودھویں صدی پر اسی امت میں سے ایک مسیح پیدا ہوتا اسی طرح پر جیسے موسوی سلسلہ میں چودھویں صدی پر ایک مسیح آیا۔ اور اسی طرح پر قرآن شریف کی اس آیت کو بھی جھٹلانا پڑے گا جو وَّ اٰخَرِيْنَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوْا بِهِمْ (الجمعۃ: 4) میں ایک آنے والے احمدی بروز کی خبر دیتی ہے اور اس طرح پر قرآن شریف کی بہت سی آیتیں ہیں جن کی تکذیب لازم آئے گی بلکہ میں دعویٰ سے کہتا ہوں کہ اَلْحَمْد سے لے کر وَالنَّاس تک سارا قرآن چھوڑنا پڑے گا۔ پھر سوچو کہ کیا میری تکذیب کوئی آسان امر ہے۔ یہ میں از خود نہیں کہتا بلکہ خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ حق یہی ہے کہ جو مجھے چھوڑے گا اور میری تکذیب کرے گا وہ زبان سے نہ کرے مگر اپنے عمل سے اس نے سارے قرآن کی تکذیب کر دی اور خدا کو چھوڑ دیا۔

اس کی طرف میرے ایک الہام میں بھی اشارہ ہے ’’اَنْتَ مِنِّیْ وَاَنَا مِنْكَ‘‘۔ بے شک میری تکذیب سے خدا کی تکذیب لازم آتی ہے اور میرے اقرار سے خدا تعالیٰ کی تصدیق ہوتی اور اس کی ہستی پر قوی ایمان پیدا ہوتا ہے۔ اور پھر میری تکذیب میری تکذیب نہیں یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب ہے۔ اب کوئی اس سے پہلے کہ میری تکذیب اور انکار کے لئے جرأت کرے، ذرا اپنے دل میں سوچے اور اس سے فتویٰ طلب کرے کہ وہ کس کی تکذیب کرتا ہے؟‘‘

(ملفوظات جلد 2 صفحہ 364-365 ایڈیشن 2003ء مطبوعہ ربوہ)

ارشادِ باری تعالیٰ

يُرِيْدُوْنَ لِيُطْفِـُٔوْا نُوْرَ اللّٰهِ بِاَفْوَاهِهِمْ وَاللّٰهُ مُتِمُّ نُوْرِهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ

(سورۃ الصف: 9)

ترجمہ: وہ چاہتے ہیں کہ وہ اپنے منہ کی پھونکوں سے اللہ کے نور کو بجھا دیں حالانکہ اللہ ہر حال میں اپنا نور پورا کرنے والا ہے خواہ کافر ناپسند کریں۔

فرمانِ خلیفۂ وقت

ہر طرف آواز دینا ہے ہمارا کام آج

حضرت امیرالمؤمنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

مَیں نے جب جماعتوں کو کہا کہ دشمنانِ اسلام قرآن کی تعلیم اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر حملے کر رہے ہیں تو قرآن کی نمائش لگائی جائے، قرآن کریم کی خوبصورت تعلیم کو واضح کیا جائے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے مختلف جگہوں پر نمائشیں لگیں اور لگ بھی رہی ہیں اور اس کے بعد دنیا سے، ہر جگہ سے یہی رپورٹس آرہی ہیں کہ جو غیر لوگ آنے والے ہیں وہ دیکھ کے کہتے ہیں کہ جو قرآنی تعلیم اور جو اسلام تم پیش کر رہے ہو یہ تو اتنا خوبصورت اسلام ہے کہ ہمیں حیرت ہوتی ہے کہ ہم اس کی مخالفت کس طرح کر رہے تھے۔ ہمارے سامنے تو اسلام کا یہ خوبصورت پہلو کبھی آیا ہی نہیں۔ یہ ہماری لاعلمی تھی۔ اکثروں کا بڑا معذرت خواہانہ لہجہ ہوتا ہے۔ قرآن کریم اور دوسرا اسلامی لٹریچر لے کر جاتے ہیں۔ ان نمائشوں میں آنے والے پڑھے لکھے، سلجھے ہوئے، تعلیم یافتہ مسلمان بھی ہیں، عیسائی بھی ہیں، دوسرے مذاہب والے بھی ہیں اور سب بلا استثناء اس کام کو سراہ رہے ہیں کہ یہ عظیم کام ہے جو تم لوگ کر رہے ہو۔ لیکن بدقسمتی سے ایک مُلّاں ہے اور ان کا بھی ایک طبقہ ہے جو بعض ملکوں میں اس نمائش کی مخالفت کرتا ہے۔ اسلام کی تعلیم پھیلانے کی مخالفت کرتا ہے۔

مَیں نے شاید پہلے بھی یہاں بتایا تھا کہ ہندوستان میں، دہلی میں ایک بہت بڑے ہال میں جو حکومت سے کرائے پر لیا گیا تھا، ہم نے قرآن کریم کی نمائش لگائی تو اُس پر وہاں کے مُلّاں نے اپنے ساتھ چند شر پسندوں کو ملا کر اتنا شور مچایا کہ وہ نمائش جو تین دنوں کے لئے لگنی تھی دو دن میں سمیٹنی پڑی۔ لیکن ان دو دنوں میں بھی اس نے اپنا بھرپور اثر قائم کیا۔ وہاں کے ایک بڑے پڑھے لکھے صاحب ہیں جن کا ایک مقام بھی ہے وہ نمائش کے بعد وہ قادیان آئے اور پھر بتایا کہ میں پہلی مرتبہ قادیان آیا ہوں اور اس طرف سفر کر کے آیا ہوں اور دیکھنا چاہتا تھا کہ قرآن کریم اور اسلام کی اتنی عظیم خدمت کرنے والے جہاں رہتے ہیں وہ جگہ بھی دیکھوں اور پھر قادیان کی مختلف جگہیں دیکھیں اور متاثر ہوئے۔

(خطبۂ جمعہ 9 دسمبر 2011ء)

اس شمارہ میں

- فضائل قرآن مجید (منظوم)
- خلاصہ خطبہ جمعہ فرمودہ 31 جولائی 2020ء
- خطبہ جمعہ فرمودہ 10 جولائی 2020ء
- پُرمعارف ارشادات

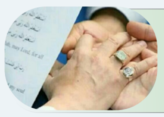

دربارِ خلافت

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز ارشاد فرماتے ہیں:۔

ذکر الٰہی ہر احمدی کا مطمح نظر ہونا چاہیے

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں: ''یاد رکھو کہ کامل بندے اللہ تعالیٰ کے وہی ہوتے ہیں جن کی نسبت فرمایا ہے لَّا تُلۡهِيۡهِمۡ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيۡعٌ عَنۡ ذِكۡرِ اللّٰهِ (النور:38) جب دل خدا کے ساتھ سچا تعلق اور عشق پیدا کر لیتا ہے تو وہ اس سے الگ ہوتا ہی نہیں۔ اس کی ایک کیفیت اس طریق پر سمجھ میں آسکتی ہے کہ جیسے کسی کا بچہ بیمار ہو تو خواہ وہ کہیں جاوے، کسی کام میں مصروف ہو، مگر اس کا دل اور دھیان اسی بچے میں رہے گا۔ اسی طرح جو لوگ خدا کے ساتھ سچا تعلق اور محبت پیدا کرتے ہیں وہ کسی حال میں بھی خدا کو فراموش نہیں کرتے۔''

(الحکم جلد 8 نمبر 21 مورخہ 24/جون 1904ء صفحہ 1)

پس اللہ تعالیٰ کی یہ یاد اور اس کا ذکر ہر احمدی کا مطمح نظر ہو، مقصد ہو۔ جہاں زبان ہر وقت ذکر الٰہی کر رہی ہو وہاں دل کی یہ حالت ہو کہ مَیں ہر اس عمل کو بجالانے والا بنوں جس کے کرنے کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے۔ ہر اس عمل سے، ہر اس کام سے بچنے والا بنوں جس کے نہ کرنے کا اللہ تعالیٰ نے حکم فرمایا ہے۔ ہر وقت یہ پیش نظر رہے کہ میری ہر حرکت وسکون خدا تعالیٰ کی نظر کے سامنے ہے اس لئے میرے سے کوئی ایسا عمل سرزد نہ ہو جو خدا تعالیٰ کی ناراضگی کا موجب بنے۔ پس یہ حالت ہے جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ہم میں دیکھنا چاہتے ہیں اور اسی حالت کے پیدا کرنے کے لئے سال میں ایک دفعہ چند دن کے لئے ہمیں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس جلسہ کے لئے بلایا ہے۔

پس اے وہ تمام احمدیو! جنہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے یہ عہد بیعت باندھا ہے کہ اے امام الزمان! جو ایمان ہمارے دلوں سے نکل کر ثریا پر چلا گیا تھا اور جسے تُو دوبارہ پھر اس دنیا پر، اس زمین پر واپس لایا ہے اور وہ قرآنی تعلیم جس نے ہمیں خیر امت بنایا تھا لیکن ہم دنیاداری میں پڑ کر اسے بھلا بیٹھے تھے، جسے تُو نے پھر ہماری زندگیوں کا حصہ بنانے کے لئے ہم میں جاری فرمایا ہے اور خود اس کے پاک نمونے قائم فرمائے ہیں، ہم عہد کرتے ہیں کہ اب یہ ایمان اور یہ تعلیم ہمارے دلوں کا، ہمارے عملوں کا ہمیشہ کے لئے حصہ بنی رہے گی، انشاء اللہ۔ ہم اب اپنی زبانوں کو خدا تعالیٰ کے اس حکم کے مطابق ذکر الٰہی سے تر رکھیں گے جس میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوا اذۡكُرُوا اللّٰهَ ذِكۡرًا كَثِيۡرًا (الاحزاب:42) یعنی اے مومنو! اللہ کا بہت ذکر کیا کرو۔ پس اللہ تعالیٰ نے یہ موقع مہیا فرمایا ہے کہ اس بات کی یاددہانی ہو جائے اور ان دنوں میں ذکر الٰہی کی طرف توجہ پیدا ہو جائے، عبادتوں کی طرف توجہ پیدا ہو جائے تا کہ تقویٰ کے معیار بڑھیں اور ہم اللہ کا قرب حاصل کرنے والے بنیں۔ اور جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ اس کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ عملی طور پر اپنا لطف و احسان تم پر ظاہر کرے گا۔ پس تقویٰ میں بڑھنے سے اللہ تعالیٰ کا لطف و احسان ظاہر ہو گا جس کا ایک ذریعہ حقوق اللہ کی ادائیگی ہے اور یہ حق عبادتوں اور ذکر الٰہی سے حاصل ہو گا۔''

(خطبہ جمعہ 31 اگست 2007ء) (الفضل انٹرنیشنل 21/ستمبر تا 27/ستمبر 2007ء)

آج کی دعا

رَبَّنَا هَبۡ لَنَا مِنۡ أَزۡوَاجِنَا وَذُرِّيَّاتِنَا قُرَّةَ أَعۡيُنٍ وَاجۡعَلۡنَا لِلۡمُتَّقِينَ إِمَامًا

(سورۃ الفرقان آیت 75)

ترجمہ: اے ہمارے رب! ہمیں اپنے جیون ساتھیوں اور اپنی اولاد سے آنکھوں کی ٹھنڈک عطا کر اور ہمیں متقیوں کا امام بنا دے۔

یہ قرآنِ مجید میں مذکور اہل وعیال کے حق میں بڑی پیاری اور جامع دعا ہے۔

ہمارے پیارے امام سیدنا حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدّہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے احبابِ جماعت کو اس دعا کے پڑھنے کی تحریک فرمائی ہے۔

(مرسلہ: قدسیہ محمود سردار)

فضائل قرآن مجید

(کلام حضرت مسیح موعود علیہ السلام)

جمال و حسن قرآں نور جانِ ہر مسلماں ہے
قمر ہے چاند اوروں کا ہمارا چاند قرآں ہے
نظیر اس کی نہیں جمتی نظر میں فکر کر دیکھا
بھلا کیونکر نہ ہو یکتا کلامِ پاک رحماں ہے
بہار جاوداں پیدا ہے اس کی ہر عبارت میں
نہ وہ خوبی چمن میں ہے نہ اس سا کوئی بستاں ہے
کلام پاک یزداں کا کوئی ثانی نہیں ہرگز
اگر لولوئے عماں ہے وگر لعل بدخشاں ہے
خدا کے قول سے قول بشر کیونکر برابر ہو
وہاں قدرت یہاں درماندگی فرق نمایاں ہے
ملائک جس کی حضرت میں کریں اقرار لاعلمی
سخن میں اس کے ہمتائی کہاں مقدور انساں ہے

(براہین احمدیہ حصہ سوم صفحہ 182 مطبوعہ 1882ء)

Beauty of the Holy Qur'an

The grace and beauty of the Qur'an Is the light and life of every Muslim; The moon is the beloved of others, Our beloved is the Qur'an.

I searched everywhere, Its peer could not be found; Why, after all, should it not be unique: It is the Holy Word of the Gracious Lord.

Every word in it is a living And everlasting spring; No orchard has such quality, Nor is there a garden like it.

The Word of the Gracious God Has no equal; Be it a pearl from Umman, Or a ruby from Badakhshan.

How can the word of man Equal the word of God? There is divine power; here is helplessness; The difference is so obvious!

In knowledge and eloquence, How can man equal Him; Before Whom even the angels Confess ignorance.

[Brahin-e-Ahmadiyya, Ruhani Khaza'in Vol.1, pp.198204-]

(برطانیہ اور دیگر مغربی ممالک میں جہاں اللہ تعالیٰ کے فضل و احسان سے احباب جماعت احمدیہ پھیل چکے ہیں۔ جماعتی پروگراموں میں روایت کے مطابق حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا پاکیزہ منظوم کلام مترنم آواز میں پڑھا جاتا ہے، لیکن اکثر بچے اور نوجوان جو اردو زبان بول چال کی حد تک جانتے ہیں اسے سمجھنے سے محروم رہتے ہیں۔ روزنامہ الفضل آن لائن گاہے گاہے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا پاکیزہ منظوم کلام مع انگریزی ترجمہ شائع کرے گا تا کہ ایسے جماعتی پروگراموں میں بھی ترجمہ پڑھا جا سکے نیز والدین گھروں میں بھی بچوں کو اس روحانی مائدہ کے معانی بھی بتا سکیں۔ ادارہ)

خلاصہ خطبہ جمعہ

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرمودہ 31 جولائی 2020ء بمقام مسجد مبارک، اسلام آباد ٹلفورڈ یو کے

”میرے آنے کے دو مقصد ہیں۔ مسلمانوں کے لیے یہ کہ اصل تقویٰ اور طہارت پر قائم ہو جائیں
اور دوسرا مقصد یہ کہ عیسائیوں کے لیے کسر صلیب ہو اور اُن کا مصنوعی خدا نظر نہ آوے“ (حضرت مسیح موعود علیہ السلام)

احمدی تو خاتم النبیین کے مقام کا سب سے زیادہ ادراک رکھتے ہیں اور یہ ادراک ہمیں حضرت مسیح موعودؑ نے ہی دیا ہے

مَیں سچ کہتا ہوں اور خدا تعالیٰ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں اور میری جماعت مسلمان ہے۔ مَیں ایک ذرہ بھی اسلام سے باہر قدم رکھنا ہلاکت کا موجب یقین کرتا ہوں اور میرا یہی مذہب ہے کہ جس قدر فیوض اور برکات اور تقرب الی اللہ کوئی شخص پا سکتا ہے وہ صرف آنحضرت ﷺ کی سچی اطاعت اور کامل محبت سے پا سکتا ہے ورنہ نہیں

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ارشادات کی روشنی میں حضورؑ کی بعثت کے مقاصد کا بیان

امیر المومنین حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے مورخہ 31/ جولائی 2020ء کو مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ، یو کے میں خطبہ جمعہ ارشاد فرمایا جو مسلم ٹیلی وژن احمدیہ کے توسّط سے پوری دنیا میں نشر کیا گیا۔ جمعہ کی اذان دینے کی سعادت مکرم صہیب احمد صاحب کے حصے میں آئی۔ تشہد، تعوذ اور سورۃ الفاتحہ کی تلاوت کے بعد حضورِ انور ایدّہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:

آج صبح ہم نے عید بھی پڑھی ہے اور آج جمعہ بھی ہے۔ ایسے موقعے کے لیے آنحضرت ﷺ کا یہ ارشاد ملتا ہے کہ جو لوگ چاہیں جمعے کی بجائے ظہر کی نماز ادا کر لیں، لیکن ساتھ ہی ایک ایسے ہی موقعے پر آپؐ نے فرمایا ہم تو جمعہ پڑھیں گے۔ اس ارشاد کی روشنی میں مَیں نے امیر صاحب کو یہی ہدایت کی تھی کہ جو لوگ ظہر کی نماز پڑھنا چاہیں وہ بے شک ظہر کی نماز پڑھ لیں۔ ویسے آج کل کے حالات میں گھروں میں اگر فارغ ہوں تو جیسے پہلے جمعہ پڑھتے ہیں آج بھی پڑھ لیں۔

حضرت مصلح موعودؓ نے اس امر کے متعلق فرمایا کہ ہمارا ربّ کیسا سخی ہے کہ اُس نے ہمیں دو دو عیدیں دی ہیں۔ اب جس کو دو دو چپڑی ہوئی چپاتیاں ملیں، وہ سوائے کسی خاص مجبوری کے ایک کو کیوں ردّ کرے گا۔ اسی لیے آنحضرت ﷺ نے اجازت دی ہے کہ اگر کوئی مجبور ہو کر ظہر کی نماز پڑھ لے تو دوسرے اُس پر طعن نہ کریں۔

آج کے خطبے کے لیے مَیں نے حضرت مسیح موعودؑ کے کچھ ایسے اقتباسات لیے ہیں جن میں آپؑ نے اپنی بعثت کے مقصد کو بیان فرمایا ہے۔ ہمارے مخالفین یہ اعتراض کرتے ہیں کہ ہم حضرت مسیح موعودؑ کو مان کر نعوذ باللہ آنحضرت ﷺ کے مقام کو کم کرتے ہیں۔ پاکستان کی اسمبلیوں میں آنحضرت ﷺ کے نام کے ساتھ خاتم النبیین کے لفظ لکھنے کی قرارداد پاس کر کے مخالفین فخر کر رہے ہیں کہ دیکھو ہم نے کیسا زبردست کام کیا ہے۔ اگر اُن کے عمل آنحضرت ﷺ کے اسوے کے مطابق نظر آئیں تو یقیناً یہ قرارداد پاس کرنا بڑی اچھی بات ہو لیکن ان کے عمل تو حضور ﷺ کی تعلیم سے کوسوں دُور ہیں۔ یہ سمجھتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ کے نام کے ساتھ خاتم النبیین لکھنا لازمی قرار دے کر انہوں نے احمدیوں کے راستے میں کوئی روک کھڑی کر دی ہے۔ ان عقل کے اندھوں کو یہ نہیں پتا کہ احمدی تو خاتم النبیین کے مقام کا سب سے زیادہ ادراک رکھتے ہیں اور یہ ادراک ہمیں حضرت مسیح موعودؑ نے ہی دیا ہے۔ حضرت مسیح موعودؑ کے الفاظ میں جو طاقت ہے یہ لوگ اس کے قریب بھی نہیں پھٹک سکتے۔ اپنی بعثت کے مقصد اور سلسلے کی ترقی کے متعلق، مخالفین کو مخاطب کرتے ہوئے آپؑ فرماتے ہیں۔

میرے آنے کے دو مقصد ہیں۔ مسلمانوں کے لیے یہ کہ اصل تقویٰ اور طہارت پر قائم ہو جائیں اور دوسرا مقصد یہ کہ عیسائیوں کے لیے کسر صلیب ہو اور اُن کا مصنوعی خدا نظر نہ آوے۔ میرے ان مقاصد کو دیکھنے کے باوجود مخالفت کرنے والوں کو یاد رکھنا چاہیے کہ کیا کاذب کبھی کامیاب ہو سکتا ہے؟ کذاب کی ہلاکت کے واسطے اس کا کذب ہی کافی ہے۔ لیکن جو کام اللہ تعالیٰ کے جلال اور اس کے رسول کی برکات کے اظہار کے لیے ہو اور خود خدا تعالیٰ کے اپنے ہی ہاتھ کا لگایا ہوا پودا ہو تو اس کی حفاظت تو خود فرشتے کرتے ہیں۔ یاد رکھو کہ اگر میرا سلسلہ نری دکان داری ہے تو اس کا نام و نشان مٹ جائے گا لیکن اگر خدا تعالیٰ کی طرف سے ہے اور یقیناً اس کی طرف سے ہے تو ساری دنیا اس کی مخالفت کرے یہ بڑھے گا اور پھیلے گا اور فرشتے اس کی حفاظت کریں گے۔ اگر ایک شخص بھی میرے ساتھ نہ ہو تب بھی مَیں یقین رکھتا ہوں کہ یہ سلسلہ کامیاب ہو گا۔ فرمایا کہ ہمارے سلسلے کی ترقی فوق العادت ہو رہی ہے۔

حضورِ انور نے فرمایا کہ آج ہم دیکھتے ہیں کہ دو سو سے زائد ممالک میں مخلصین موجود ہیں۔ جب آپؑ نے یہ فرمایا تھا تب تو سینکڑوں میں تعداد تھی اور اب سال کے سال لاکھوں بیعتیں ہوتی ہیں۔

اپنی جماعت کے کامل ایمان اور آنحضرت ﷺ کی سچی اطاعت کا اعلان کرتے ہوئے حضرت اقدس مسیح موعودؑ فرماتے ہیں۔ مَیں سچ کہتا ہوں اور خدا تعالیٰ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں اور میری جماعت مسلمان ہے۔ مَیں ایک ذرہ بھی اسلام سے باہر قدم رکھنا ہلاکت کا موجب یقین کرتا ہوں اور میرا یہی مذہب ہے کہ جس قدر فیوض اور برکات اور تقرب الی اللہ کوئی شخص پا سکتا ہے وہ صرف آنحضرت ﷺ کی سچی اطاعت اور کامل محبت سے پا سکتا ہے ورنہ نہیں۔ آپؐ کے سوا اب کوئی راہ نیکی کی نہیں۔ ہاں یہ بھی سچ ہے کہ مَیں ہرگز یقین نہیں کرتا کہ مسیح علیہ السلام اسی جسم کے ساتھ زندہ آسمان پر گئے ہوں اور اب تک زندہ قائم ہوں۔ اگر مسیح کی نسبت موت کا یقین کرنا بے ادبی ہے تو آنحضرت ﷺ کی نسبت یہ گستاخی اور بے ادبی کیوں یقین کر لی جاتی ہے۔

فرمایا ہمیں بھی رنج نہ ہوتا اگر تم آنحضرت ﷺ کی نسبت بھی وفات کا لفظ سُن کر ایسے آنسو بہاتے مگر افسوس کہ خاتم النبیین اور سرورِ دو عالَم کی نسبت تو تم بڑی خوشی سے موت تسلیم کر لو اور اس شخص کی نسبت جو آنحضرت ﷺ کی جوتی کا تسمہ کھولنے کے بھی قابل اپنے آپ کو نہیں بتاتا زندہ یقین کرتے ہو۔ آنحضرت ﷺ کے وجود کی جس قدر ضرورت دنیا اور مسلمانوں کو تھی اس قدر ضرورت مسیح کے وجود کی نہیں تھی۔ جب آپؐ نے وفات پائی تو صحابہ کی یہ حالت تھی کہ دیوانے ہو رہے تھے یہاں تک کہ حضرت عمرؓ نے تلوار میان سے نکال لی اور کہا کہ اگر کوئی آنحضرت ﷺ کو مردہ کہے گا تو اس کی گردن سر سے جدا کر دوں گا۔ تب حضرت ابو بکرؓ نے کمال فراست سے خطبہ پڑھا اور یہ آیت پڑھی کہ محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں اور آپؐ سے پیشتر جس قدر رسول آئے وہ سب وفات پا چکے۔ اس آیت سے حضرت عمرؓ کی بھی تسلی ہو گئی اور صحابہ یہ آیت مدینے کی گلیوں میں پڑھتے پھرتے گویا یہ آیت آج ہی اتری ہو۔

آنحضرت ﷺ کے مقام و مرتبے کا ذکر کرتے ہوئے حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں:

وہ انسان جس نے اپنی ذات سے اپنی صفات سے اپنے افعال سے اپنے اعمال سے اور اپنے روحانی اور پاک قویٰ کے پُرزور دریا سے کمالِ تام کا نمونہ علماً و عملاً و صدقاً و ثباتاً دکھلایا اور انسانِ کامل کہلایا۔ وہ انسان جو سب سے زیادہ کامل اور انسانِ کامل تھا اور کامل نبی تھا اور کامل برکتوں کے ساتھ آیا… وہ مبارک نبی حضرت خاتم الانبیاء امام الاصفیاء ختم المرسلین فخر النبیین جناب محمد مصطفیٰ ﷺ ہیں۔

اللہ تعالیٰ ہمیں ہمیشہ آنحضرت ﷺ کے مقام و مرتبے کا حقیقی ادراک عطا کرتے ہوئے آپؐ پر درود بھیجتے چلے جانے اور پہلے سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ کے حضور جھکتے ہوئے آنحضرت ﷺ کی محبت اپنے دلوں میں بٹھانے کی توفیق عطا فرمائے۔ اسی طریق سے ہماری عملی حالتیں مخالفین کو مخالفت کا جواب دیں گی۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق دے۔

☆…☆…☆

(بشکریہ الفضل انٹرنیشنل)

خطبہ جمعہ

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرمودہ 10 جولائی 2020ء بمقام مسجد مبارک، اسلام آباد ٹلفورڈ یو کے

اگر یہود میں سے مجھ پر دس آدمی یعنی دس بارسوخ آدمی بھی ایمان لے آتے تو مَیں خدا سے امید رکھتا کہ یہ ساری قوم مجھے مان لیتی اور خدائی عذاب سے بچ جاتی

آنحضرت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے عظیم المرتبت بدری صحابی، اسلام اور بانیٔ اسلامؐ کے ایک نہایت جاں نثار عاشق، نہایت درجہ مخلص، باصفاء، بے لَوث فدائی، بلند پایہ، وفادار اور قبیلہ اوس کے رئیسِ اعظم حضرت سَعد بن مُعاذ رضی اللہ عنہ کے اوصافِ حمیدہ کا تذکرہ

غزوۂ احزاب کے دوران بنو قریظہ کی غداری اور خدائی تصرفات کے تحت ان کی سزا کے واقعہ کا تفصیلی بیان

چار مرحومین مکرمہ حاجیہ رقیہ خالد صاحبہ صدر لجنہ اماء اللہ گھانا، مکرمہ صفیہ بیگم صاحبہ اہلیہ محترم شیخ مبارک احمد صاحب مرحوم (مبلغ سلسلہ)، مکرم علی احمد صاحب ریٹائرڈ معلّم وقفِ جدید اور مکرمہ رفیقاں بی بی صاحبہ نارووال کا ذکرِ خیر اور ان کے ساتھ بعض دیگر مرحومین (مکرم ناصر سعید صاحب، مکرم غلام مصطفیٰ صاحب، ڈاکٹر پیر محمد نقی الدین صاحب اور مکرم ذوالفقار احمد دامانک صاحب مربی سلسلہ انڈونیشیا) کی بھی نمازِ جنازہ غائب

أَشْهَدُ أَنْ لَّآ إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ۔

أَمَّا بَعْدُ فَأَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ- بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ﴿۱﴾

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۲﴾ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ﴿۳﴾ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ﴿۴﴾ إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ﴿۵﴾

اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ﴿۶﴾ صِرَاطَ الَّذِيْنَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ ۙ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ ﴿۷﴾

جیسا کہ گذشتہ خطبے میں ذکر کیا تھا کہ جنگِ احزاب کے بعد بنو قریظہ کی غداری کی سزا کا خدائی حکم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہوا۔ چنانچہ ان سے جنگ ہوئی اور پھر بنو قریظہ نے جنگ بندی کر کے حضرت سعدؓ سے فیصلہ کروانے پر رضامندی کا اظہار کیا۔ چنانچہ حضرت سعدؓ نے فیصلہ کیا۔ اس غزوہ کا تذکرہ کرتے ہوئے حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک جگہ اس طرح بیان فرمایا ہے کہ

''بیس دنوں کے بعد مسلمانوں نے اطمینان کا سانس لیا'' یعنی جنگِ احزاب کے بعد ''مگر اب بنو قریظہ کا معاملہ طے ہونے والا تھا۔ ان کی غداری ایسی نہیں تھی کہ نظر انداز کی جاتی۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے واپس آتے ہی اپنے صحابہؓ سے فرمایا کہ گھروں میں آرام نہ کرو بلکہ شام سے پہلے پہلے بنو قریظہ کے قلعوں تک پہنچ جاؤ۔ اور پھر آپؐ نے حضرت علیؓ کو بنو قریظہ کے پاس بھجوایا کہ وہ ان سے پوچھیں کہ انہوں نے معاہدہ کے خلاف یہ غداری کیوں کی؟ بجائے اس کے کہ بنو قریظہ شرمندہ ہوتے یا معافی مانگتے یا کوئی معذرت کرتے، انہوں نے حضرت علیؓ اور ان کے ساتھیوں کو برا بھلا کہنا شروع کر دیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے خاندان کی مستورات کو گالیاں دینے لگے اور کہا ہم نہیں جانتے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کیا چیز ہیں۔ ہمارا ان کے ساتھ کوئی معاہدہ نہیں۔ حضرت علیؓ ان کا یہ جواب لے کر واپس لَوٹے تو اتنے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صحابہؓ کے ساتھ یہود کے قلعوں کی طرف جا رہے تھے۔ چونکہ یہود گندی گالیاں دے رہے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویوں اور بیٹیوں کے متعلق بھی ناپاک کلمات بول رہے تھے حضرت علیؓ نے اس خیال سے کہ آپ کو ان کلمات کے سننے سے تکلیف ہو گی، عرض کیا یا رسول اللہؐ! آپؐ کیوں تکلیف کرتے ہیں۔ ہم لوگ اس لڑائی کے لیے کافی ہیں۔ آپؐ واپس تشریف لے جائیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں سمجھتا ہوں کہ وہ گالیاں دے رہے ہیں اور تم یہ نہیں چاہتے کہ میرے کان میں وہ گالیاں پڑیں۔ حضرت علیؓ نے عرض کیا ہاں یا رسول اللہ! بات تو یہی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پھر کیا ہوا اگر وہ گالیاں دیتے ہیں۔ موسیٰ نبی تو ان کا اپنا تھا اُس کو اِس سے بھی زیادہ انہوں نے تکلیفیں پہنچائی تھیں۔ یہ کہتے ہوئے آپؐ یہود کے قلعوں کی طرف چلے گئے مگر یہود دروازے بند کر کے قلعہ بند ہو گئے اور مسلمانوں کے ساتھ لڑائی شروع کر دی حتیٰ کہ ان کی عورتیں بھی لڑائی میں شریک ہوئیں۔ چنانچہ قلعہ کی دیوار کے نیچے کچھ مسلمان بیٹھے تھے کہ ایک یہودی عورت نے اوپر سے پتھر پھینک کر ایک مسلمان کو مار دیا۔ لیکن کچھ دن کے محاصرہ کے بعد یہود نے یہ محسوس کر لیا کہ وہ لمبا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ تب ان کے سرداروں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے خواہش کی کہ وہ ابولُبابہ انصاری کو، جو اُن کے دوست اور اوس قبیلہ کے سردار تھے، ان کے پاس بھجوائیں تاکہ وہ ان سے مشورہ کر سکیں۔ آپؐ نے ابولُبابہ کو بھجوا دیا۔ ان سے یہود نے یہ مشورہ پوچھا کہ کیا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس مطالبہ کو کہ فیصلہ میرے سپرد کرتے ہوئے تم ہتھیار پھینک دو ہم یہ مان لیں؟'' یہود نے پوچھا۔ ''ابولُبابہ نے منہ سے تو کہا 'ہاں'! لیکن اپنے گلے پر اس طرح ہاتھ پھیرا جس طرح قتل کی علامت ہوتی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وقت تک اپنا کوئی فیصلہ ظاہر نہیں کیا تھا مگر ابولُبابہ نے اپنے دل میں یہ سمجھتے ہوئے کہ ان کے اس جرم کی سزا'' جو یہودیوں نے جرم کیا ہے اس کی سزا ''سوائے قتل کے اَور کیا ہو گی، بغیر سوچے سمجھے اشارہ کے ساتھ ان سے ایک بات کہہ دی جو آخر ان کی تباہی کا موجب ہوئی'' یعنی بنو قریظہ قبیلے کی۔ ''چنانچہ یہود نے کہہ دیا کہ ہم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فیصلہ'' ماننے کو تیار نہیں۔ اگر وہ آپ کا فیصلہ ''مان لیتے تو دوسرے یہودی قبائل کی طرح ان کو زیادہ سے زیادہ یہی سزا دی جاتی کہ ان کو مدینہ سے جلاوطن کر دیا جاتا مگر ان کی بدقسمتی تھی۔ انہوں نے کہا ہم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فیصلہ ماننے کے لیے تیار نہیں بلکہ ہم اپنے حلیف قبیلہ اوس کے سردار سعد بن معاذؓ کا فیصلہ مانیں گے۔ جو فیصلہ وہ کریں گے ہمیں منظور ہو گا لیکن اس وقت یہود میں اختلاف ہو گیا۔'' آپس میں اختلاف ہو گیا۔ ''یہود میں سے بعض نے کہا کہ ہماری قوم نے غداری کی ہے'' واضح ہے ''کہ ہم نے غداری کی ہے اور مسلمانوں کے رویہ سے ثابت ہوتا ہے کہ ان کا مذہب سچا ہے وہ لوگ اپنا مذہب ترک کر کے اسلام میں داخل ہو گئے۔'' یہ جنہوں نے اختلاف کیا تھا۔ ''ایک شخص عمرو بن سُعدیٰ نے جو اس قوم کے سرداروں میں سے تھا اپنی قوم کو ملامت کی اور کہا کہ تم نے غداری کی ہے کہ معاہدہ توڑا ہے اب یا مسلمان ہو جاؤ یا جزیہ پر راضی ہو جاؤ۔ یہود نے کہا نہ مسلمان ہوں گے نہ جزیہ دیں گے کہ اس سے قتل ہونا اچھا ہے۔ پھر ان سے اس نے کہا میں تم سے بری ہوں۔'' جب ان کو سمجھایا اور نہیں سمجھے تو اس نے کہا پھر مَیں تم سے بری ہوں میں تمہارے ساتھ نہیں ''اور یہ کہہ کر قلعہ سے نکل کر باہر چل دیا۔ جب وہ قلعہ سے باہر نکل رہا تھا تو مسلمانوں کے ایک دستہ نے جس کے سردار محمد بن مسلمہؓ تھے اسے دیکھ لیا اور اس سے پوچھا کہ وہ کون ہے؟ اس نے بتایا کہ میں فلاں ہوں۔ اس پر محمد بن مسلمہؓ نے فرمایا۔ اَللّٰهُمَّ لَا تَحْرِمْنِیْ اِقَالَةَ عَثَرَاتِ الْكِرَامِ۔ یعنی آپ سلامتی سے چلے جایئے اور پھر اللہ تعالیٰ سے دعا کی'' حضرت محمد بن مسلمہ نے یہ دعا کی کہ ''الٰہی مجھے شریفوں کی غلطیوں پر پردہ ڈالنے کے نیک عمل سے کبھی محروم نہ کیجیو۔ یعنی یہ شخص چونکہ اپنے فعل پر اور اپنی قوم کے فعل پر پچھتاتا ہے تو ہمارا بھی اخلاقی فرض ہے کہ اسے معاف کر دیں۔ اس لیے میں نے اسے گرفتار نہیں کیا اور جانے دیا ہے۔ خدا تعالیٰ مجھے ہمیشہ ایسے ہی نیک کاموں کی توفیق بخشتا رہے۔'' کوئی ظلم کا ارادہ نہیں تھا۔ ''جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس واقعہ کا علم ہوا تو آپ نے محمد بن مسلمہؓ کو سرزنش نہیں کی'' پوچھا نہیں کہ کیوں تم نے نہیں اس کو پکڑا ''کہ کیوں اس یہودی کو چھوڑ دیا بلکہ اس کے فعل کو سراہا۔'' آپ نے اس کی اس بات کی تعریف کی کہ تم نے بڑا اچھا کیا۔

''یہ ...... واقعات انفرادی تھے۔ بنو قریظہ بحیثیت قوم اپنی ضد پر قائم رہے۔'' گو اِکّا دُکّا واقعات ایسے تھے، چند شخص ایسے تھے جو اس سے، بنو قریظہ کے فیصلوں سے اختلاف کرتے تھے اور چاہتے تھے کہ مسلمانوں سے معاہدہ کیا جائے، ان کی بات مانی جائے لیکن یہ انفرادی واقعات تھے۔ بحیثیت قوم وہ اس بات پر ضد کر رہے تھے اور اس بات پر قائم رہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو حَکم نہ مانیں۔ ''اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو حکَم ماننے سے انکار کرتے ہوئے سعدؓ کے فیصلہ پر اصرار کیا۔'' انہوں نے یہ پسند نہیں کیا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلے کو مانیں اور ان کو فیصلہ کرنے کے لیے حَکم کے طور پر مقرر کر دیں بلکہ انہوں نے کہا کہ سعد ہمارا فیصلہ کرے گا۔ ''رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ان کے اس مطالبہ کو مان لیا۔ سعدؓ کو جو جنگ میں زخمی ہو چکے تھے اطلاع دی کہ تمہارا فیصلہ بنو قریظہ تسلیم کرتے ہیں'' اس لیے ''آ کر فیصلہ کرو۔ اس تجویز کا اعلان ہوتے ہی اوس قبیلہ کے لوگ جو بنو قریظہ کے دیر سے حلیف چلے آئے تھے وہ سعدؓ کے پاس دوڑ کر گئے اور انہوں نے اصرار کرنا شروع کیا کہ چونکہ خزرج نے اپنے حلیف یہودیوں کو ہمیشہ سزا سے بچایا ہے'' اس لیے ''آج تم بھی اپنے حلیف قبیلہ کے حق میں فیصلہ دینا۔ سعدؓ زخموں کی وجہ سے سواری پر سوار ہو کر بنو قریظہ کی طرف روانہ ہوئے اور ان کی قوم کے افراد ان کے دائیں بائیں دوڑتے جاتے تھے اور سعدؓ سے اصرار کرتے جاتے تھے کہ دیکھنا بنو قریظہ کے خلاف فیصلہ نہ دینا۔ مگر سعدؓ نے صرف یہی جواب دیا کہ جس کے سپرد فیصلہ کیا جاتا ہے وہ امانت دار ہوتا ہے۔ اسے دیانت سے فیصلہ کرنا چاہئے۔ میں دیانت سے فیصلہ کروں گا۔

جب سعدؓ یہود کے قلعہ کے پاس پہنچے جہاں ایک طرف بنو قریظہ قلعہ کی دیوار سے کھڑے سعدؓ کا انتظار کر رہے

تھے اور دوسری طرف مسلمان بیٹھے تھے توسعدؓ نے پہلے اپنی قوم سے پوچھا کیا آپ لوگ وعدہ کرتے ہیں کہ جو میں فیصلہ کروں گا وہ آپ لوگ قبول کریں گے؟ انہوں نے کہا ہاں۔ پھر سعدؓ نے بنو قریظہ کو مخاطب کر کے کہا کیا آپ لوگ وعدہ کرتے ہیں کہ جو فیصلہ میں کروں وہ آپ لوگ قبول کریں گے؟ انہوں نے کہا ہاں۔ پھر شرم سے دوسری طرف دیکھتے ہوئے نیچی نگاہوں سے اس طرف اشارہ کیا جدھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف رکھتے تھے اور کہا ادھر بیٹھے ہوئے لوگ بھی یہ وعدہ کرتے ہیں؟'' یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اس لیے نظر اٹھا کر نہیں دیکھ سکتے تھے کہ شرم تھی، حیا تھی لیکن فیصلے کے لیے حَکم مقرر کیے گئے تھے تو پوچھنا بھی ضروری تھا۔ اس لیے نظریں بڑی نیچی کر کے آپؐ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف بھی منہ کر کے پوچھا کہ آپ بھی وعدہ کرتے ہیں ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں۔ اس کے بعد سعدؓ نے'' جب تینوں فریقوں سے وعدہ لے لیا تو سعد نے ''بائبل کے حکم کے مطابق فیصلہ سنایا۔ بائبل میں لکھا ہے:

'اور جب تو کسی شہر کے پاس اس سے لڑنے کے لیے آپہنچے تو پہلے اس سے صلح کا پیغام کر۔ تب یوں ہوگا کہ اگر وہ تجھے جواب دے کہ صلح منظور اور دروازہ تیرے لیے کھول دے تو ساری خَلق جو اس شہر میں پائی جائے تیری خراج گزار ہوگی اور تیری خدمت کرے گی اور اگر وہ تجھ سے صلح نہ کرے بلکہ تجھ سے جنگ کرے تو تُو اس کا محاصرہ کر اور جب خداوند تیرا خدا اسے تیرے قبضہ میں کر دے تو وہاں کے ہر ایک مرد کو تلوار کی دھار سے قتل کر۔ مگر عورتوں اور لڑکوں اور مواشی کو اور جو کچھ اس شہر میں ہو اس کا سارا لوٹ اپنے لیے لے اور تُو اپنے دشمنوں کی اس لوٹ کو جو خداوند تیرے خدا نے تجھے دی ہے کھائیو۔ اسی طرح سے تُو ان سب شہروں سے جو تجھ سے بہت دور ہیں اور ان قوموں کے شہروں میں سے نہیں ہیں، یہی حال کیجیو۔ لیکن ان قوموں کے شہروں میں جنہیں خداوند تیرا خدا تیری میراث کر دیتا ہے کسی چیز کو جو سانس لیتی ہے جیتا نہ چھوڑیو بلکہ تُو ان کو حرم کیجیو۔ حِتّیِ اور اَموُرِی اور کَنعانی اور فَرَزّی اور حَوّی اور یبُوسِی کو جیسا کہ خداوند تیرے خدا نے تجھے حکم کیا ہے تا کہ وے اپنے سارے کریہہ کاموں کے مطابق جو انہوں نے اپنے معبودوں سے کیے تم کو عمل کرنا نہ سکھائیں اور کہ تم خداوند اپنے خدا کے گنہگار ہو جاؤ'۔'' (استثناء باب 20 آیت 10 تا 17)

یہ بائبل کے الفاظ ہیں۔ حضرت سعدؓ نے یہ پڑھے اور اس کے مطابق فیصلہ کیا۔ ''بائبل کے اس فیصلہ سے ظاہر ہے کہ اگر یہودی جیت جاتے اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہار جاتے تو بائبل کے اس فیصلہ کے مطابق اول تو تمام مسلمان قتل کر دیئے جاتے۔ مرد بھی اور عورت بھی اور بچے بھی اور جیسا کہ تاریخ سے ثابت ہوتا ہے کہ یہودیوں کا یہی ارادہ تھا کہ مردوں، عورتوں اور بچوں سب کو یکدم قتل کر دیا جائے لیکن اگر وہ ان سے بڑی سے بڑی رعایت کرتے تب بھی کتاب استثناء کے مذکورہ بالا فیصلہ کے مطابق وہ ان سے دور کے ملکوں والی قوموں کا سا سلوک کرتے اور تمام مردوں کو قتل کر دیتے اور عورتوں اور لڑکوں اور سامانوں کو لوٹ لیتے۔ سعدؓ نے جو بنو قُریظہ کے حلیف تھے اور ان کے دوستوں میں سے تھے جب دیکھا کہ یہود نے اسلامی شریعت کے مطابق، جو یقیناً ان کی جان کی حفاظت کرتی، محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلہ کو تسلیم نہیں کیا تو انہوں نے وہی فیصلہ یہود کے متعلق کیا جو'' حضرت ''موسیٰؑ نے استثناء میں پہلے سے ایسے مواقع کے لیے کر چھوڑا تھا۔ اور اس فیصلہ کی ذمہ داری محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر یا مسلمانوں پر نہیں'' یہ تو ان کی اپنی کتاب کے مطابق فیصلہ تھا ''بلکہ موسیٰؑ پر اور تورات پر اور ان یہودیوں پر ہے جنہوں نے غیر قوموں کے ساتھ ہزاروں سال اس طرح معاملہ کیا تھا اور جن کو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے رحم کے لیے بلایا گیا تو انہوں نے انکار کر دیا اور کہا ہم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بات ماننے کے لیے تیار نہیں۔ ہم سعدؓ'' حضرت سعدؓ ''کی بات مانیں گے۔ جب سعدؓ نے موسیٰؑ کے فیصلہ کے مطابق فیصلہ دیا تو'' حضرت مصلح موعودؓ لکھتے ہیں کہ ''آج عیسائی دنیا شور مچاتی ہے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ظلم کیا۔ کیا عیسائی مصنف اس بات کو نہیں دیکھتے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی دوسرے موقع پر کیوں ظلم نہ کیا؟'' باقی تو کہیں ظلم نظر نہیں آتا۔ ''سینکڑوں دفعہ دشمن نے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے رحم پر اپنے آپ کو چھوڑا اور ہر دفعہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو معاف کر دیا۔ یہ ایک ہی موقع ہے کہ دشمن نے اصرار کیا کہ ہم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلہ کو نہیں مانیں گے بلکہ فلاں دوسرے شخص کے فیصلہ کو مانیں گے اور اس شخص نے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے اقرار لے لیا کہ جو میں فیصلہ کروں گا اسے آپ مانیں گے۔'' جیسا کہ تاریخ سے ظاہر ہے اقرار آپؐ سے بھی لیا گیا تھا ''اس کے بعد اس نے فیصلہ کیا بلکہ اُس نے فیصلہ نہیں کیا۔ اس نے موسیٰؑ کا فیصلہ دہرا دیا جس کی امت میں سے ہونے کے یہود مدعی تھے۔ پس اگر کسی نے ظلم کیا تو یہود نے اپنی جانوں پر ظلم کیا جنہوں نے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فیصلہ ماننے سے انکار کر دیا۔ اگر کسی نے ظلم کیا تو موسیٰؑ نے ظلم کیا جنہوں نے محصور دشمن کے متعلق تورات میں خدا سے حکم پا کر یہی تعلیم دی تھی۔ اگر یہ ظلم تھا تو ان عیسائی مصنفوں کو چاہئے کہ موسیٰؑ کو ظالم قرار دیں بلکہ موسیٰؑ کے خدا کو ظالم قرار دیں جس نے یہ تعلیم تورات میں دی ہے۔

احزاب کی جنگ کے خاتمہ کے بعد رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ آج سے مشرک ہم پر حملہ نہیں کریں گے۔ اب اسلام خود جواب دے گا اور ان اقوام پر جنہوں نے ہم پر حملے کئے تھے اب ہم چڑھائی کریں گے چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ احزاب کی جنگ میں بھلا کفار کا نقصان ہی کیا ہوا تھا؟ چند آدمی مارے گئے تھے۔ وہ دوسرے سال پھر دوبارہ تیاری کر کے آسکتے تھے۔ بیس ہزار کی جگہ وہ چالیس یا پچاس ہزار کا لشکر بھی لا سکتے تھے بلکہ اگر وہ اور زیادہ انتظام کرتے تو لاکھ ڈیڑھ کا لشکر لانا بھی ان کے لیے کوئی مشکل نہیں تھا مگر اکیس سال کی متواتر کوشش کے بعد کفار کے دلوں کو محسوس ہو گیا تھا کہ خدا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہے۔ ان کے بت جھوٹے ہیں اور دنیا کا پیدا کرنے والا ایک ہی خدا ہے۔ ان کے جسم صحیح سلامت تھے مگر ان کے دل ٹوٹ چکے تھے۔'' یعنی کافروں کے ''بظاہر وہ اپنے بتوں کے آگے سجدہ کرتے ہوئے نظر آتے تھے مگر ان کے دلوں میں سے لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کی آوازیں اٹھ رہی تھیں۔'' (دیباچہ تفسیر القرآن، انوار العلوم جلد 20 صفحہ 282-287)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ کچھ لوگ حضرت سعد بن معاذؓ کے فیصلہ کو قبول کرنے کی شرط پر قلعہ سے اتر آئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سعدؓ کو بلا بھیجا تو وہ ایک گدھے پر سوار ہو کر آئے۔ جب مسجد کے قریب پہنچے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم اپنے میں سے بہتر کے استقبال کے لیے اٹھو یا فرمایا اپنے سردار کے استقبال کے لیے اٹھو۔ پھر آپؐ نے فرمایا سعدؓ یہ لوگ آپ کے فیصلہ پر اترے ہیں۔ انہوں نے کہا: پھر مَیں ان کے متعلق یہ فیصلہ کرتا ہوں کہ ان میں سے جو لڑنے والے تھے انہیں قتل کر دیا جائے اور ان کے اہل و عیال قید کر لیے جائیں۔ آپؐ نے فرمایا تم نے الٰہی منشاء کے مطابق فیصلہ کیا ہے یا فرمایا تم نے شاہانہ فیصلہ کیا ہے یعنی تم نے بادشاہوں جیسا فیصلہ کیا۔ یہ بخاری کی روایت ہے۔

(صحیح بخاری کتاب مناقب الانصار باب مناقب سعد بن معاذ حدیث ۳۸۰۴)

اس کی جو بعض زائد باتیں ہیں حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے بھی تفصیل بیان کی ہے۔ کچھ باتیں مَیں یہاں بیان کر دیتا ہوں۔ وہ لکھتے ہیں بنو قریظہ کے تعلق میں ہی کہ آخر کم و بیش تیس (بیس) دن کے محاصرے کے بعد یہ بد بخت یہود ایک ایسے شخص کو حَکم مان کر اپنے قلعوں سے اترنے پر رضامند ہوئے جو باوجود ان کا حلیف ہونے کے ان کی کارروائیوں کی وجہ سے ان کے لیے اپنے دل میں کوئی رحم نہیں پاتا تھا اور جو گو عدل و انصاف کا مجسمہ تھا مگر اس کے قلب میں رحمۃ للعالمین کی سی شفقت اور رافت نہیں تھی۔ تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ قبیلہ اوس بنو قریظہ کا قدیم حلیف تھا اور اس زمانہ میں اس قبیلہ کے رئیس سعد بن معاذؓ تھے جو غزوۂ خندق میں زخمی ہو کر اب مسجد کے صحن میں زیر علاج تھے۔ اس قدیم جتھہ داری کا خیال کرتے ہوئے بنو قریظہ نے کہا کہ ہم سعد بن معاذؓ کو اپنا حَکم مانتے ہیں۔ جو فیصلہ بھی وہ ہمارے متعلق کریں وہ ہمیں منظور ہوگا۔ لیکن یہود میں بعض ایسے لوگ بھی تھے (جیسا کہ پہلے بھی ذکر ہو چکا ہے) جو اپنے اس قومی فیصلہ کو صحیح نہیں سمجھتے تھے اور اپنے آپ کو مجرم یقین کرتے تھے اور دل میں اسلام کی صداقت کے قائل ہو چکے تھے۔ ایسے لوگوں میں سے بعض آدمی جن کی تعداد تاریخی روایات میں تین بیان ہوئی ہے بطیب خاطر بڑی خوشی سے اسلام قبول کر کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حلقہ بگوشوں میں داخل ہو گئے۔ ایک اَور شخص تھا وہ مسلمان تو نہیں ہوا مگر وہ اپنی قوم کی غداری پر اس قدر شرمندہ تھا کہ جب بنو قریظہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جنگ کرنے کی ٹھانی تو وہ یہ کہتا ہوا کہ میری قوم نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے سخت غداری کی ہے میں اس غداری میں شامل نہیں ہو سکتا، مدینہ چھوڑ کر کہیں باہر چلا گیا تھا مگر باقی قوم آخر تک اپنی ضد پر قائم رہی اور سعدؓ کو اپنا ثالث بنانے پر اصرار کیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اسے منظور فرمایا (جیسا کہ ذکر ہو چکا ہے) اس کے بعد آپؐ نے چند انصاری صحابیوں کو سعدؓ کے لانے کے لیے روانہ فرمایا۔ سعدؓ آئے اور راستہ میں ان کے قبیلے کے بعض لوگوں نے اصرار کیا اور بار بار یہ درخواست کی کہ قریظہ ہمارے حلیف ہیں اس لیے ان کا خیال رکھنا۔ جس طرح خزرج نے اپنے حلیف قبیلہ بَنُوقَیْنُقَاع کے ساتھ نرمی کی تھی تم بھی قریظہ سے رعایت کا معاملہ کرنا اور انہیں سخت سزا نہ دینا۔ سعد بن معاذؓ پہلے تو خاموشی کے ساتھ ان کی باتیں سنتے رہے لیکن جب ان کی طرف سے زیادہ اصرار ہونے لگا تو سعدؓ نے کہا کہ یہ وہ وقت ہے کہ سعدؓ اس وقت حق و انصاف کے معاملہ میں کسی ملامت گر کی ملامت کی پروا نہیں کر سکتا۔ جب سعدؓ کا یہ جواب سنا تو لوگ خاموش ہو گئے۔

بہر حال جب سعدؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب پہنچے تو آپؐ نے صحابہؓ سے فرمایا کہ اپنے رئیس کے لیے اٹھو اور سواری سے نیچے اترنے میں انہیں مدد دو۔ جب سعدؓ سواری سے نیچے اترے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف آگے بڑھے۔ حضرت سعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب آئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے مخاطب ہو کر فرمایا سعدؓ! بنو قریظہ نے تمہیں حَکم مانا ہے اور ان کے متعلق تم جو فیصلہ کرو انہیں منظور ہوگا۔ اس پر سعدؓ نے اپنے قبیلے اوس کے لوگوں کی طرف نظر اٹھا کر کہا کہ کیا تم خدا کو حاضر ناظر جان کر یہ پختہ عہد کرتے ہو کہ تم بہر حال اس فیصلہ پر عمل کرنے کے پابند ہو گے جو مَیں بنو قریظہ کے متعلق کروں؟ لوگوں نے کہا ہاں ہم وعدہ کرتے ہیں۔ پہلے بھی ذکر ہو چکا ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے جو ذکر فرمایا ہے اس میں بھی بیان ہو چکا ہے۔ بہر حال پھر سعدؓ نے اس طرف اشارہ کرتے ہوئے جہاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف رکھتے تھے کہا کہ وہ صاحب جو...۔ (انہوں نے اس طرح یہاں لکھا ہے کہ وہ صاحب جو) یہاں تشریف رکھتے ہیں کیا وہ بھی ایسا ہی وعدہ کرتے ہیں کہ وہ بہر حال میرے فیصلہ کے مطابق عمل کرنے کے پابند ہوں گے۔ اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں وعدہ کرتا ہوں۔

اس عہد و پیمان کے بعد سعدؓ نے اپنا فیصلہ سنایا جو یہ تھا کہ بنو قریظہ کے مقاتل یعنی جنگجو لوگ قتل کر دیے جائیں اور ان کی عورتیں اور بچے قید کر لیے جائیں اور ان کے اموال مسلمانوں میں تقسیم کر دیے جائیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فیصلہ سنا تو بے ساختہ فرمایا کہ تمہارا یہ فیصلہ ایک خدائی تقدیر ہے جو ٹل نہیں سکتی اور ان الفاظ سے آپؐ کا یہ مطلب تھا کہ بنو قریظہ کے متعلق یہ فیصلہ ایسے حالات میں ہوا ہے کہ اس میں صاف طور پر خدائی تصرف کام کرتا ہوا نظر آتا ہے اور اس لیے آپؐ کا جذبہ رحم اسے روک نہیں سکتا۔ اور یہ واقعی درست تھا کیونکہ بنو قریظہ کا ابولُبابہ کو اپنے مشورہ کے

لیے بلانا اور ابولُبابہ کے منہ سے ایک ایسی بات نکل جانا جو سراسر بے بنیاد تھی اور بنو قریظہ کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم ماننے سے انکار کرنا اور اس خیال سے کہ قبیلہ اوس کے لوگ ہمارے حلیف ہیں اور ہم سے رعایت کا معاملہ کریں گے سعد بن معاذؓ رئیس اوس کو اپنا حکم مقرر کرنا، پھر سعدؓ کا حق وانصاف کے رستے میں اس قدر پختہ ہوجانا کہ عصبیت اور جتھہ داری کا احساس دل سے بالکل محو ہوجاوے اور بالآخر سعدؓ کا اپنے فیصلہ کے اعلان سے قبل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بات کا پختہ عہد لے لینا کہ بہرحال اس فیصلہ کے مطابق عمل ہوگا۔ یہ ساری باتیں اتفاقی نہیں ہوسکتیں اور یقیناً اُن کی تہ میں خدائی تقدیر اپنا کام کر رہی تھی اور یہ فیصلہ خداتعالیٰ کا تھا نہ کہ سعدؓ کا۔

حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ لکھتے ہیں کہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ بنو قریظہ کی بدعہدی اور غداری اور بغاوت اور فتنہ وفساد اور قتل وخونریزی کی وجہ سے خدائی عدالت سے یہ فیصلہ صادر ہوچکا تھا کہ ان کے جنگجو لوگوں کو دنیا سے مٹا دیا جاوے۔ چنانچہ ابتداءً آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس غزوہ کے متعلق غیبی تحریک ہونا بھی یہی ظاہر کرتا ہے کہ یہ ایک خدائی تقدیر تھی مگر خدا کو یہ منظور نہ تھا کہ اس کے رسولؐ کے ذریعہ سے یہ فیصلہ جاری ہو اور اس لیے اس نے نہایت پیچ در پیچ غیبی تصرّفات سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بالکل الگ رکھا اور سعد بن معاذؓ کے ذریعہ اس فیصلہ کا اعلان کروایا اور فیصلہ بھی ایسے رنگ میں کروایا کہ اب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس میں بالکل دخل نہیں دے سکتے تھے کیونکہ آپؐ وعدہ فرماچکے تھے کہ آپؐ بہرحال اس فیصلہ کے پابند رہیں گے اور پھر چونکہ اس فیصلہ کا اثر بھی صرف آپؐ کی ذات پر نہیں پڑتا تھا بلکہ تمام مسلمانوں پر پڑتا تھا اس لیے آپؐ اپنا یہ حق نہیں سمجھتے تھے کہ اپنی رائے سے خواہ وہ کیسی ہی عفو اور رحم کی طرف مائل ہو اس فیصلہ کو بدل دیں۔ یہی خدائی تصرف تھا جس کی طاقت سے متاثر ہوکر آپؐ کے منہ سے بے اختیار طور پر یہ الفاظ نکلے کہ قَدْ حَکَمْتَ بِحُکْمِ اللّٰہِ یعنی اے سعد! تمہارا یہ فیصلہ تو خدائی تقدیر معلوم ہوتی ہے جس کے بدلنے کی کسی کو طاقت نہیں۔

یہ الفاظ کہہ کر آپؐ خاموشی سے وہاں سے اٹھے اور شہر کی طرف چلے آئے اور اس وقت آپؐ کا دل اس خیال سے دردمند ہو رہا تھا کہ ایک قوم جس کے ایمان لانے کی آپؐ کے دل میں بڑی خواہش تھی اپنی بدکرداریوں کی وجہ سے ایمان سے محروم رہ کر خدائی قہر وعذاب کا نشانہ بن رہی ہے اور غالباً اسی موقع پر آپؐ نے یہ حسرت بھرے الفاظ فرمائے کہ اگر یہود میں سے مجھ پر دس آدمی یعنی دس بارسوخ آدمی بھی ایمان لے آتے تو میں خدا سے امید رکھتا کہ یہ ساری قوم مجھے مان لیتی اور خدائی عذاب سے بچ جاتی۔ بہرحال وہاں سے اٹھتے ہوئے آپؐ نے یہ حکم دیا کہ بنو قریظہ کے مردوں اور عورتوں اور بچوں کو علیحدہ علیحدہ کر دیا جاوے۔ چنانچہ دونوں گروہوں کو علیحدہ علیحدہ کرکے مدینہ میں لایا گیا اور شہر میں دو الگ الگ مکانات میں جمع کر دیا گیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے ماتحت صحابہ نے جن میں سے غالباً کئی لوگ خود بھوکے رہے ہوں گے بنو قریظہ کے کھانے کے لیے ڈھیروں ڈھیر پھل مہیا کیا اور لکھا ہے کہ یہودی لوگ رات بھر پھل نوشی میں مصروف رہے۔ دوسرے دن صبح کو سعد بن معاذؓ کے فیصلہ کا اجرا ہونا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے چند مستعد آدمی اس کام کی سرانجام دہی کے لیے مقرر فرما دیے اور خود بھی قریب ہی ایک جگہ میں تشریف فرما ہو گئے تاکہ اگر فیصلہ کے اجرا کے دوران میں کوئی ایسی بات پیدا ہو جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت کی ضرورت ہو تو آپ بلاتوقف ہدایت دے سکیں۔ نیز یہ بھی کہ اگر کسی مجرم کے متعلق کسی شخص کی طرف سے رحم کی اپیل ہو تو اس میں آپ فوراً فیصلہ صادر فرما سکیں کیونکہ گو سعد کے فیصلہ کی اپیل عدالتی رنگ میں آپؐ کے سامنے پیش نہیں ہوسکتی تھی مگر ایک بادشاہ یا صدرِ جمہوریت کی حیثیت میں آپؐ کسی فرد کے متعلق کسی خاص وجہ کی بنا پر رحم کی اپیل ضرور سن سکتے تھے۔ بہرحال آپؐ نے بتقاضائے رحم یہ بھی حکم فرمایا کہ مجرموں کو ایک ایک کرکے علیحدہ علیحدہ قتل کیا جاوے۔ یعنی ایک کے قتل کے وقت دوسرے مجرم پاس موجود نہ ہوں۔ چنانچہ ایک ایک مجرم کو الگ الگ لایا گیا اور حسب فیصلہ سعد بن معاذؓ ان کو قتل کیا گیا۔

بنو قریظہ کے واقعہ کے متعلق بعض غیر مسلم مؤرخین نہایت ناگوار طریقے پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف حملے کرتے ہیں یا انہوں نے حملے کیے۔ اور کم وبیش چار سو یہودیوں کی سزائے قتل کی وجہ سے آپؐ کو نعوذ باللہ ظالم اور سفاک فرمانروا کے رنگ میں پیش کیا جاتا ہے لیکن ہمارے ایک محقق نے یہ بھی تحقیق کی ہے کہ جو اصل تعداد ہے وہ سولہ سترہ بنتی ہے لیکن بہرحال یہ تحقیق طلب چیز ہے۔ ابھی بھی اس پر تحقیق ہوسکتی ہے۔ کسی نے تعداد سو لکھی ہے۔ چار سو لکھی ہے۔ کسی نے زیادہ لکھی ہے۔ کسی نے ہزار لکھی ہے۔ نو سو لکھی ہے۔ بہرحال کیونکہ معین تعداد نہیں ہے اس لیے اس پر بحث ہوسکتی ہے۔ بہرحال اگر چار سو بھی ہے تو اس اعتراض کی بنا محض مذہبی تعصب پر واقع ہے جس سے جہاں تک کم از کم اسلام اور بانیٔ اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کا تعلق ہے بہت سے مغربی روشنی میں تربیت یافتہ مؤرخ بھی آزاد نہیں ہوسکے۔ یہی الزام لگاتے ہیں۔ تو حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ لکھتے ہیں کہ اس اعتراض کے جواب میں اول تو یہ بات یاد رکھنی چاہیے کہ بنو قریظہ کے متعلق جس فیصلہ کو ظالمانہ کہا جاتا ہے وہ سعد بن معاذؓ کا فیصلہ تھا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ہرگز نہیں تھا۔ اور جب وہ آپؐ کا فیصلہ ہی نہیں تھا تو اس کی وجہ سے آپؐ پر اعتراض نہیں کیا جاسکتا۔ دوسرے یہ کہ فیصلہ حالات پیش آمدہ کے ماتحت ہرگز غلط اور ظالمانہ نہیں تھا۔ سوم یہ کہ اس عہد کی وجہ سے جو سعدؓ نے فیصلے کے اعلان سے قبل آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے لیا تھا آپؐ اس بات کے پابند تھے کہ بہرحال اس کے مطابق عمل کرتے۔ چہارم یہ کہ خود مجرموں نے اس فیصلے کو قبول کیا اور اس پر اعتراض نہیں کیا اور اسے اپنے لیے ایک خدائی تقدیر سمجھا۔ تو اس صورت میں آپؐ کا یہ کام نہیں تھا کہ خواہ مخواہ اس میں دخل دینے کے لیے کھڑے ہو جاتے۔ سعدؓ کے فیصلے کے بعد اس معاملے کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا تعلق صرف اس قدر تھا کہ آپؐ اپنی حکومت کے نظام کے ماتحت اس فیصلے کو بصورت احسن جاری فرما دیں اور یہ بتایا جاچکا ہے کہ آپؐ نے اسے ایسے رنگ میں جاری فرمایا کہ جو رحمت وشفقت کا بہترین نمونہ سمجھا جاسکتا ہے۔ یعنی جب تک تو یہ لوگ فیصلے کے اجرا سے قبل قید میں رہے آپؐ نے ان کی رہائش اور خوراک کا بہتر سے بہتر انتظام فرمایا اور جب ان پر سعدؓ کا فیصلہ جاری کیا جانے لگا تو آپؐ نے ایسے رنگ میں جاری کیا کہ وہ مجرموں کے لیے کم سے کم موجب تکلیف تھا۔ یعنی اول تو ان کے جذبات کا خیال رکھتے ہوئے آپؐ نے یہ حکم دیا کہ ایک مجرم کے قتل کے وقت کوئی دوسرا مجرم سامنے نہ ہو بلکہ تاریخ سے پتہ لگتا ہے کہ جن لوگوں کو مقتل میں لایا جاتا تھا ان کو اس وقت تک علم نہیں ہوتا تھا کہ ہم کہاں جارہے ہیں جب تک وہ عین مقتل میں نہ پہنچ جاتے تھے۔ اس کے علاوہ جس شخص کے متعلق بھی آپؐ کے سامنے رحم کی اپیل پیش ہوئی آپؐ نے اسے فوراً قبول کرلیا اور نہ صرف ایسے لوگوں کی جان بخشی کی بلکہ ان کے بیوی بچوں اور اموال وغیرہ کے متعلق بھی حکم دے دیا کہ انہیں واپس دے دیے جائیں۔ ان کا سب کچھ، مال بھی لوٹا دیا۔ اس سے بڑھ کر ایک مجرم کے ساتھ رحمت وشفقت کا سلوک کیا ہوسکتا ہے؟ پس نہ صرف یہ کہ بنو قریظہ کے واقعہ کے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر قطعاً کوئی اعتراض وارد نہیں ہوسکتا بلکہ حق یہ ہے کہ یہ واقعہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق فاضلہ اور حسن انتظام اور آپ کے فطری رحم وکرم کا ایک نہایت بیّن ثبوت ہے۔

بے شک اپنی ذات میں سعدؓ کا فیصلہ ایک سخت فیصلہ تھا اور فطرت انسانی بظاہر اس سے ایک صدمہ محسوس کرتی ہے مگر سوال یہ ہے کہ کیا اس کے بغیر کوئی اَور راستہ کھلا تھا جسے اختیار کیا جاتا۔ بنو قریظہ کے متعلق سعدؓ کا فیصلہ جیسا کہ ہم نے کہا گو اپنی ذات میں بڑا سخت ہے مگر وہ حالات کی مجبوری تھی اور حالات کی مجبوری کا ایک لازمی نتیجہ تھا جس کے بغیر کوئی چارہ نہیں تھا۔ یہی وجہ ہے کہ مارگولیس (Margulis) جیسا مؤرخ بھی جو ہرگز اسلام کے دوستوں میں سے نہیں ہے اس موقع پر اس اعتراف پر مجبور ہوا کہ سعدؓ کا فیصلہ حالات کی مجبوری پر مبنی تھا جس کے بغیر چارہ نہیں تھا۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں کہ غزوۂ احزاب کا حملہ جس کے متعلق محمد صاحب (صلی اللہ علیہ وسلم) کا یہ دعویٰ تھا کہ وہ محض خدائی تصرفات کے ماتحت پسپا ہوا وہ بنو نضیر ہی کی اشتعال انگیز کوششوں کا نتیجہ تھا یا کم از کم یہ سمجھا جاتا تھا کہ وہ ان کی کوششوں کا نتیجہ ہے اور بنو نضیر وہ تھے جنہیں محمد صاحب (صلی اللہ علیہ وسلم) نے صرف جلاوطن کر دینے پر اکتفا کی تھی۔ اب سوال یہ تھا کہ کیا محمد صاحب صلی اللہ علیہ وسلم بنو قُریظہ کو بھی جلاوطن کرکے اپنے خلاف اشتعال انگیز کوششیں کرنے والوں کی تعداد اور طاقت میں اضافہ کر دیں؟ دوسری طرف وہ قوم مدینہ میں بھی نہیں رہنے دی جاسکتی تھی جس نے اس طرح برملا طور پر حملہ آوروں کا ساتھ دیا تھا۔ ان کا جلاوطن کرنا غیر محفوظ تھا مگر ان کا مدینہ میں رہنا بھی کم خطرناک نہ تھا۔ پس اس فیصلہ کے بغیر چارہ نہ تھا کہ ان کے قتل کا حکم دیا جاتا۔''

یہ مارگولیس لکھ رہا ہے۔ ''پس سعدؓ کا فیصلہ بالکل منصفانہ اور عدل وانصاف کے قواعد کے بالکل مطابق تھا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بوجہ اپنے عہد کے اس فیصلے کے متعلق رحم کے پہلو کو کام میں نہیں لاسکتے تھے سوائے چند افراد کے اور اس کے لیے آپ نے ہر ممکن کوشش کی جنہوں نے رحم کی اپیل کی عمومی فیصلہ نہیں دے سکتے تھے۔ مگر معلوم ہوتا ہے کہ یہود نے اس شرم سے کہ انہوں نے آپؐ کو جج ماننے سے انکار کر دیا تھا آپ کی طرف رحم کی اپیل کی صورت میں زیادہ رجوع نہیں کیا صرف چند ایک نے کیا اور ظاہر ہے کہ بغیر اپیل ہونے کے آپؐ رحم نہیں کرسکتے تھے کیونکہ جو باغی اپنے جرم پر ندامت کا اظہار بھی نہیں کرتا اسے خود بخود چھوڑ دینا سیاسی طور پر نہایت خطرناک نتائج پیدا کرسکتا ہے۔

ایک اَور بات یاد رکھنی ضروری ہے کہ جو معاہدہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور یہود کے درمیان ابتدا میں ہوا تھا اس کی شرائط میں سے ایک شرط یہ بھی تھی کہ اگر یہود کے متعلق کوئی امر قابل تصفیہ پیدا ہوگا تو اس کا فیصلہ خود انہیں کی شریعت کے ماتحت کیا جائے گا یعنی یہودی شریعت کے مطابق۔ چنانچہ تاریخ سے پتہ لگتا ہے کہ اس معاہدہ کے ماتحت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ یہود کے متعلق شریعت موسوی کے مطابق فیصلہ فرمایا کرتے تھے۔ اب ہم تورات پر نگاہ ڈالتے ہیں تو وہاں اس قسم کے جرم کی سزا جس کے مرتکب بنو قریظہ ہوئے بعینہٖ وہی لکھی ہوئی پاتے ہیں جو سعد بن معاذؓ نے بنو قریظہ پر جاری کی۔ (ماخوذ از سیرت خاتم النبیینؐ از حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ صفحہ 599 تا 611)

بہرحال بنو قریظہ کے معاملے کے بارے میں حضرت سعد بن معاذؓ کا جہاں تک ان سے تعلق تھا اس کی اتنی ہی تفصیل یہاں کافی ہے۔ حضرت سعد بن معاذؓ کے ذکر کا کچھ حصہ باقی رہ گیا ہے جو ان شاء اللہ تعالیٰ آئندہ بیان کروں گا۔

اب مَیں چند وفات یافتگان کا ذکر کرنا چاہتا ہوں جن کی گذشتہ دنوں میں وفات ہوئی ہے اور ان شاء اللہ نماز جمعہ کے بعد ان کا جنازہ غائب بھی پڑھاؤں گا۔

پہلا ذکر ہے مکرمہ حاجیہ رقیہ خالد صاحبہ جو صدر لجنہ اماء اللہ گھانا تھیں۔ 30؍ جون کو 65؍ سال کی عمر میں بقضائے الٰہی وفات پاگئیں۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔ ان کو یوٹرین (uterine cancer) کینسر ہوا تھا۔ اس کے بعد یہ recover بھی کر گئی تھیں اور اللہ تعالیٰ نے ان کو صحت عطا کی لیکن اس سال مئی میں دوبارہ ان کی صحت گرنی شروع ہوگئی۔ اچانک دوبارہ حملہ ہوا اور کچھ عرصہ ہسپتال میں بیمار رہنے کے بعد 30؍ جون کو ان کی وفات ہوگئی۔ حاجیہ رقیہ خالد صاحبہ گھانا کے شمالی علاقہ وا (Wa) میں اپریل 1955ء میں ایک احمدی گھرانے میں پیدا ہوئی تھیں۔ ان کے والد الحاج خالد صالح صاحب مرحوم وا (Wa) کے قریب ایک گاؤں میں امام تھے جہاں اکثر لوگ بت پرست تھے۔ انہوں

نے بت پرست لوگوں میں تبلیغ کر کے احمدیت قائم کی تھی۔ مرحومہ کا بچپن وا (Wa) میں ہی گزرا۔ ایک سلجھی ہوئی، سلیقہ مند اور اصول پسند خاتون تھیں۔ پیشے کے اعتبار سے مرحومہ ایک ٹیچر تھیں اور اپنے پروفیشنل حلقہ احباب اور جماعت میں بھی دوسروں کے لیے ایک نمونہ تھیں۔ ملازمت سے ریٹائرمنٹ کے بعد بستان احمد میں احمدیہ انٹرنیشنل سکول کی ہیڈ مسٹرس کے طور پر خدمات بجالا رہی تھیں۔ بچوں کی تعلیم و تربیت میں ان کو ایک خاص لگاؤ تھا۔ بہت سارے بچوں کے تعلیمی اخراجات برداشت کیا کرتی تھیں اور کئی بچوں کو اپنے گھر رکھ کر بغیر معاوضے کے پڑھایا کرتی تھی۔ 2017ء میں ان کو صدر لجنہ اماء اللہ مقرر کیا گیا تھا اور بڑی خوبی سے انہوں نے اپنی صدارت کا عرصہ، جتنے سال بھی یہ رہیں، بیماری کے باوجود پورا کیا۔ اور وفات کے وقت تک بحیثیت صدر لجنہ گھانا کام جاری رکھا مختلف پروگرام بناتی رہیں۔ آج کل Covid کی وجہ سے جو پابندیاں لگی ہوئی ہیں اس کے باوجود انٹرنیٹ وغیرہ پر انہوں نے تربیت کے پروگرام جاری رکھے اور لجنہ کی تربیت کا کام کرتی رہیں۔ نمازوں کی پابند تھیں۔ نہایت شوق سے نیکیاں بجالانے والی تھیں۔ تہجد گزار تھیں۔ باقاعدگی سے چندہ ادا کرنے والی خاتون تھیں۔ مرحومہ موصیہ بھی تھیں۔ خلافت سے ان کا بڑا تعلق تھا۔ پسماندگان میں دو بیٹے اور ایک بیٹی اور چار پوتے پوتیاں شامل ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان سے مغفرت اور رحم کا سلوک فرمائے اور درجات بلند فرمائے اور ان کی نسلوں کو بھی ان کی نیکیاں جاری رکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔

دوسرا جنازہ جو آج ہوگا جن کا ذکر کرنا چاہتا ہوں وہ مکرمہ صفیہ بیگم صاحبہ اہلیہ محترم شیخ مبارک احمد صاحب مرحوم سابق مبلغ سلسلہ افریقہ انگلستان اور امریکہ ہیں۔ یہ 27/ جون کو 93 سال کی عمر میں بقضائے الٰہی وفات پا گئیں۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّاۤ اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡنَ۔ آپ حضرت قاضی عبدالسلام بھٹی صاحب اور محترمہ مبارکہ بیگم صاحبہ کے ہاں اکتوبر 1926ء میں پیدا ہوئی تھیں۔ آپ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابہ حضرت قاضی عبدالرحیم صاحبؓ کی پوتی اور حضرت قاضی ضیاء الدین صاحبؓ کی پڑپوتی تھیں۔ بے شمار خوبیوں کی مالک، دعا گو بزرگ خاتون تھیں۔ خلافت سے بے لوث محبت کا تعلق تھا جو کم دیکھنے میں ملتا ہے۔ انہوں نے اپنی اولاد بلکہ اولاد در اولاد میں بھی یہ تعلق پیدا کیا۔ اور یہ بھی کہ کس طرح جاری رکھنا ہے۔ مرحومہ موصیہ تھیں۔ شیخ مبارک احمد صاحب سے ان کی یہ دوسری شادی تھی جن سے ان کی ایک بیٹی پیدا ہوئی اور پہلے خاوند سے بھی اولاد تھی۔ پہلے خاوند ان کے جو تھے ان کا نام نصیر احمد بھٹی صاحب تھا۔ بہرحال شیخ صاحب کا مختلف ملکوں میں خدمت کا جو عرصہ تھا اس میں انہوں نے بڑی وفا سے ان کے ساتھ زندگی گزاری۔ پسماندگان میں شیخ صاحب کی سابقہ اہلیہ سے ایک بیٹی کے علاوہ ان کی اپنی اولاد میں دو بیٹیاں اور تین بیٹے شامل ہیں۔ آپ کے ایک بیٹے فہیم احمد بھٹی صاحب یہاں ہمارے دفتر پرائیویٹ سیکرٹری میں بطور رضا کار خدمات انجام دے رہے ہیں۔ ایک پوتے صبور بھٹی مربی سلسلہ ہیں۔ وکالت تبشیر یوکے میں کام کر رہے ہیں۔ ایک پوتے احمد فواد بھٹی وقف زندگی ہیں جو بطور ٹیچر احمدیہ کالج کانو (Kano) میں خدمت کی توفیق پا رہے ہیں۔ ایک پوتے خلیق بھٹی بھی تعلیم مکمل کر کے وقف کر کے اب ریویو آف ریلیجنز میں خدمت بجا لا رہے ہیں۔ ان کے ایک پوتے نبیل بھٹی ہیں جو دو سال پہلے شدید بیمار ہو گئے تھے۔ تقریباً قریب المرگ تھے۔ ان کے لیے انہوں نے بہت دعائیں کی اور اللہ تعالیٰ نے انہیں پھر اس بچے کی شفا کے بارے میں بتا بھی دیا اور اللہ تعالیٰ نے اس کو شفا بھی عطا فرمائی لیکن بہرحال ابھی بھی نبیل بھٹی صاحب کو اس بیماری کی وجہ سے چھوٹی چھوٹی بعض پیچیدگیاں ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو کامل شفا بھی عطا فرمائے اور صفیہ بیگم صاحبہ نے ان کے لیے جو دعائیں کی ہوئی ہیں وہ قبول فرمائے۔ یہ بھی وقف میں شامل ہے۔ اللہ تعالیٰ اسے بھی جماعت کا مفید وجود بنائے اور اس کو بھی اور اس کی اولاد کو بھی خادم دین بنائے۔

ان کی بیٹی فریدہ شیخ صاحبہ بیان کرتی ہیں کہ ہماری اُمی کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے بہت محبت تھی۔ ہر وقت ان کی تصویر کی طرف اشارہ کر کے بتاتی رہتی تھیں کہ ان کی وجہ سے ہمیں سب کچھ ملا ہے اور سب برکتیں انہیں کی ہیں۔ پھر اسی طرح افریقن امریکن بہنوں سے بھی ان کو ایک خاص تعلق تھا۔ اس کا بہت خیال رکھتی تھیں۔ ان میں سے اکثر کا تقریباً ہر روز آنا جانا رہتا تھا اور گھر میں بے تکلفی سے آتی تھیں۔ کچن میں بیٹھ کر امی کے ساتھ باتیں کرتیں گویا کہ وہ فیملی کا ہی حصہ ہیں۔

اسی طرح ان کی بڑی بیٹی جو نعیمہ شبیر صاحبہ ہیں وہ کہتی ہیں کہ نہایت شفیق محبت کرنے والی تھیں۔ بے انتہا صبر کرنے والی، اپنی جان پر ظلم کر کے دوسروں کا خیال رکھنے والی خاتون تھیں۔ خلافت کی محبت ہمارے دلوں میں ڈالی۔ باقاعدگی سے خط لکھنے کا کہتی تھیں۔ اپنی اولاد کے حق میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی دعائیں پڑھتی رہتی تھیں اور غرباء اور یتامیٰ کا بہت خیال رکھتی تھیں۔ چندے اور صدقات بڑی باقاعدگی سے دیا کرتی تھیں۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ نے خاص شفقت سے ان کا رشتہ اور نکاح شیخ مبارک احمد صاحب سے کروایا تھا جو مبلغ سلسلہ تھے۔ اُن کی پہلی بیوی فوت ہو گئی تھیں اور ان کے خاوند فوت ہو گئے تھے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے رشتہ کے وقت شیخ صاحب کو کسی جماعتی کام سے خوش ہو کے کہا کہ مَیں آپ کو ایک انعام دے رہا ہوں۔ شیخ صاحب نے بھی اس انعام کی قدر کی اور وہ انعام جو تھا وہ صفیہ بیگم صاحبہ کی صورت میں دیا۔ شیخ صاحب نے اس کی قدر کی اور ان کے بچوں کا جو پہلے خاوند سے بچے تھے اور خاوند ان کے جوانی میں فوت ہو گئے تھے ان کا بھی بہت خیال رکھا۔ ان کے بڑے بیٹے شمیم بھٹی صاحب سکول اور کالج میں میرے ساتھ پڑھتے بھی رہے ہیں اور مَیں نے دیکھا ہے کہ شیخ صاحب نے بھی ان بچوں کا بہت خیال رکھا اور اس کا حق ادا کیا لیکن صفیہ بیگم صاحبہ نے بھی شیخ صاحب کا میدانِ عمل میں اس طرح ساتھ دیا جو ایک واقف زندگی کی بیوی کا فرض ہے۔ بہت کم مبلغین کی بیویاں اس طرح حق ادا کرتی ہیں جس طرح انہوں نے حق ادا کیا۔ مہمانوں کی مہمان نوازی بے لوث ہو کر کی اور کبھی شکوہ نہیں کیا اور اسی طرح جماعت کے افراد کے لیے دعائیں بھی بڑی کیا کرتی تھیں۔ مبلغین جو شیخ صاحب کے ماتحت رہے ان کے ساتھ، ان کی فیملیوں کے ساتھ بڑا اچھا سلوک کیا۔ میرا تو خلافت کے بعد ان سے زیادہ تعلق پیدا ہوا، واقفیت بھی ہوئی تو مَیں نے یہ دیکھا کہ خلافت کی ایک شیدائی تھیں اور ایسے شیدائی اور فدائی لوگ کم ہی دیکھنے میں ملتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند فرمائے اور ان کی نسلوں کو بھی ہمیشہ جماعت اور خلافت کا وفادار رکھے۔

اگلا جنازہ جو ہے وہ مکرم علی احمد صاحب ریٹائرڈ معلم وقف جدید کا ہے۔ یہ 18/ جون کو 86/ سال کی عمر میں وفات پا گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّاۤ اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡنَ۔ آپ کے والد حضرت میاں اللہ دتہ صاحب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابی تھے جنہوں نے 1903ء میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے سفرِ جہلم کے موقع پر اپنے گاؤں سے دس بارہ میل کا پیدل سفر کر کے حضور علیہ السلام کے ہاتھ پر بیعت کی توفیق پائی۔ بہرحال 1965ء میں انہوں نے وقف کیا۔ 1967ء سے 2008ء تک تقریباً اکتالیس سال سندھ اور پنجاب کی مختلف جماعتوں میں خدمات انجام دیں۔ سینکڑوں بچوں اور بچیوں اور مردوں اور خواتین کو قرآن پڑھایا۔ آپ کی تبلیغی کاوشوں اور دعاؤں کی بدولت بیسیوں سعید روحوں کو جماعت احمدیہ میں شامل ہونے کی سعادت نصیب ہوئی۔ مرحوم موصی تھے۔ پسماندگان میں اہلیہ کے علاوہ دو بیٹیاں اور تین بیٹے شامل ہیں۔ آپ کے ایک بیٹے عبدالہادی طارق صاحب مربی سلسلہ گھانا میں ہیں اور وہاں کے انٹرنیشنل جامعہ احمدیہ میں سات سال سے بطور استاد خدمت کی توفیق پا رہے ہیں۔ موجودہ حالات کی وجہ سے اپنے والد صاحب کے جنازے اور تدفین میں بھی شامل نہیں ہو سکے۔ آپ کے دو بھتیجے بھی مربی سلسلہ ہیں اور تین نواسے حافظِ قرآن ہیں۔

مغفور احمد منیب صاحب، جو ہمارے واقفِ زندگی مربی سلسلہ ہیں، آج کل مرکز میں تعینات ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ مکرم مولوی صاحب واقفِ زندگی مربیان اور معلمین کے لیے بلا شبہ ایک نمونہ تھے۔ کم گو، غضِ بصر کرنے والے، اپنے کام سے کام رکھنے والے، دعا گو، منکسر المزاج، خندہ پیشانی سے ملنے والے، خلافت احمدیہ کے لیے سینہ سپر، ناراض بھی ہوتے تو سمجھانے میں درد نمایاں ہوتا۔ قناعت شعاری بہت تھی۔ آج وہ بچے اور بچیاں جو مولوی صاحب کے شاگرد تھے بڑے ہو گئے ہیں لیکن ان کے دلوں سے مولوی صاحب کے حسنِ اخلاق اور محبت کی یادیں محو نہیں ہوئیں۔ اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند فرمائے اور ان کی اولاد اور نسل کو بھی ان کی خوبیاں جاری رکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔

اگلا جنازہ مکرمہ رفیقاں بی بی صاحب اہلیہ بشیر احمد ڈوگر صاحب عہدی پور ضلع نارووال کا ہے جو 22/ مئی کو بقضائے الٰہی وفات پا گئیں۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّاۤ اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡنَ۔ ان کے خاندان میں احمدیت آپ کے دادا حضرت ملک سردار خان ڈوگر صاحب نمبردار کے ذریعے آئی جو صحابیؓ تھے۔ آپ کے بیٹے ریاض احمد ڈوگر صاحب کہتے ہیں کہ مَیں نے جب سے ہوش سنبھالا ہے آپ کو بہت نمازی اور پرہیز گار دیکھا ہے۔ صوم وصلوٰۃ کی پابند تھیں۔ بہت سی سورتیں آپ کو زبانی یاد تھیں۔ صبح دودھ بلوتے ہوئے اکثر آپ سورت تغابن کی تلاوت کرتی رہتی تھیں۔ پنجوقتہ نماز بہت اہتمام سے ادا کرتی تھیں۔ ہر نماز سے پہلے ایک دو پوتا پوتی، نواسہ نواسی کو ضرور اپنے ساتھ کھڑا کرتیں تا کہ بچوں کو بھی نماز کا شوق پیدا ہو۔ نماز کے بعد کافی دیر جائے نماز پر بیٹھ کر تسبیح کرتی رہتی تھیں۔ اسی طرح تلاوت بھی باآواز بلند کرتیں اور سارے گھر میں ان کی تلاوت کی آواز گونجتی تھی۔ آپ کو بہت ساری سورتیں زبانی یاد تھیں۔ خلافت سے آپ کو والہانہ لگاؤ اور محبت اور عقیدت تھی اور خلیفۂ وقت کی دعاؤں پر بڑا یقین تھا۔ اس بات کو بڑے فخر سے لوگوں کو بتاتیں کہ میرا بیٹا بھی مربی ہے۔ میرا پوتا بھی مربی بن رہا ہے۔ میرا نواسہ بھی مربی ہے اور باوجود اس کے کہ اپنے بچوں کو بہت یاد کرتیں مگر ساتھ یہ بھی کہا کرتی تھیں کہ خدا کا بہت فضل ہے مجھ پر کہ اس نے میری شاخیں دنیا کے کونے کونے میں پھیلا دی ہیں۔ پسماندگان میں چھ بیٹے اور ایک بیٹی اور پوتے پوتیاں اور نواسے نواسیاں شامل ہیں۔ آپ کے ایک بیٹے ریاض احمد ڈوگر صاحب تنزانیہ میں خدمت سلسلہ کی توفیق پا رہے ہیں اور وہ بھی موجودہ حالات کی وجہ سے اور میدانِ عمل میں مصروف ہونے کی وجہ سے آپ کے جنازے اور تدفین میں شرکت نہیں کر سکے تھے۔ اللہ تعالیٰ ان کو صبر اور حوصلہ عطا فرمائے۔ آپ کے ایک نواسے عدیل احمد ڈوگر پاکستان میں مربی سلسلہ کے طور پر خدمت کی توفیق پا رہے ہیں۔ ایک پوتا عزیزم ایاز احمد ڈوگر جامعہ احمدیہ انٹرنیشنل گھانا میں درجہ خامسہ کا طالب علم ہے۔ اللہ تعالیٰ مرحومہ سے مغفرت اور رحم کا سلوک فرمائے۔ درجات بلند فرمائے۔ ان کی نسل کو بھی ان کی نیکیاں جاری رکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔

اسی طرح آج مَیں ان لوگوں کو بھی جنازے میں شامل کروں گا جن کا گذشتہ خطبات میں صرف ذکر کر چکا ہوں اور حالات کی وجہ سے جنازہ نہیں پڑھایا گیا جن میں ناصر سعید صاحب شامل ہیں۔ غلام مصطفیٰ صاحب شامل ہیں۔ اسلام آباد کے ڈاکٹر نقی الدین صاحب ہیں وہ شامل ہیں۔ ذوالفقار صاحب مربی انڈونیشیا شامل ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان سب سے مغفرت اور رحم کا سلوک فرمائے۔

☆...☆...☆

DAILY LONDON ALFAZL ONLINE

www.alfazlonline.org
@alfazlonline
@alfazlonline
ONLINE EDITION · Download on the App Store · ANDROID APP ON Google play

اپنے مضامین، آرٹیکلز، نظمیں اور آراء درج ذیل ذرائع میں سے کسی ایک پر بھجوائیں
+44 79 5161 4020
info@alfazlonline.org

سچے خدا کے ذریعہ آسمانی نشانوں کے انعام، محبت الٰہی وعشق رسولؐ اور قرآن شریف کی برکات، حضرت مسیح موعودؑ کے خدا تعالیٰ اور آنحضرت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے عشق و محبت میں ڈوبے ہوئے اور دلوں کو گرما دینے والے پُرمعارف ارشادات

(ایف شمس)

محبت الٰہی کی خاص تجلی

فرمایا: میرا ذاتی تجربہ ہے کہ آنحضرتؐ کی سچے دل سے پیروی کرنا اور آپؐ سے محبت رکھنا انجام کار انسان کو خدا کا پیارا بنا دیتا ہے۔ اس طرح پر کہ خود اس کے دل میں محبت الٰہی کی ایک سوزش پیدا کر دیتا ہے۔ تب ایسا شخص ہر ایک چیز سے دل بر داشتہ ہو کر خدا کی طرف جھک جاتا ہے اور اس کا انس و شوق صرف خدا تعالیٰ سے باقی رہ جاتا ہے۔ تب محبت الٰہی کی ایک خاص تجلی اس پر پڑتی ہے اور اس کو ایک پورا رنگ عشق اور محبت کا دے کر قوی جذبہ کے ساتھ اپنی طرف کھینچ لیتی ہے۔ تب جذبات نفسانیہ پر وہ غالب آجاتا ہے اور اس کی تائید و نصرت میں ہر ایک پہلو سے خدا تعالیٰ کے خارق عادت افعال نشانوں کے رنگ میں ظاہر ہوتے ہیں۔

(حقیقۃ الوحی روحانی خزائن جلد 22 ص 67)

قرآن شریف کے ذریعہ خدا کی کشش کا حصول

فرمایا: اس لئے میں ہر ایک پر یہ بات ظاہر کرتا ہوں کہ وہ کتاب جو ان ضرورتوں کو پورا کرتی ہے وہ قرآن شریف ہے اس کے ذریعہ سے خدا کی طرف انسان کو ایک کشش پیدا ہو جاتی ہے اور دنیا کی محبت سرد ہو جاتی ہے۔ اور وہ خدا جو نہاں در نہاں ہے اس کی پیروی سے آخر کار اپنے تئیں ظاہر کرتا ہے اور وہ قادر جس کی قوتوں کو غیر قومیں نہیں جانتیں قرآن کی پیروی کرنے والے کو خود دکھا دیتا ہے اور عالم ملکوت کا اس کو سیر کراتا ہے اور اپنے انا الموجود ہونے کی آواز سے آپ اپنی ہستی کی اس کو خبر دیتا ہے۔

(چشمہ معرفت ۔ روحانی خزائن جلد 23 ص 307)

قرآن شریف اور معرفت تامہ

’’اب جب ہم قرآن شریف کو دیکھتے ہیں تو ہم اس میں کھلے طور پر وہ وسائل پاتے ہیں جن سے خدا تعالیٰ کی معرفت تامہ حاصل ہو سکے اور پھر خوف غالب ہو کر گناہوں سے رک سکیں۔ کیونکہ ہم دیکھتے ہیں کہ اس کی پیروی سے مکالمہ مخاطبہ الٰہیہ نصیب ہو جاتا ہے اور آسمانی نشان ظاہر ہوتے ہیں۔ اور انسان خدا سے علم غیب پاتا ہے اور ایک محکم تعلق اس سے پیدا ہو جاتا ہے اور دل خدا کے وصال کے لئے جوش مارتا ہے اور اس کو ہر ایک چیز پر مقدم کر لیتا ہے اور دعائیں قبول ہو کر اطلاع دی جاتی ہے اور ایک دریا معرفت کا جاری ہو جاتا ہے جو گناہ سے روکتا ہے‘‘

(لیکچر لاہور۔ روحانی خزائن جلد 20 ص 167)

خدا سرچشمہ نجات ہے

«واضح رہے کہ مذہب کے اختیار کرنے سے اصل غرض یہ ہے کہ تا وہ خدا جو سرچشمہ نجات کا ہے اس پر ایسا کامل یقین آجائے کہ گویا اس کو آنکھ سے دیکھ لیا جائے۔ کیونکہ گناہ کی خبیث روح انسان کو ہلاک کرنا چاہتی ہے اور انسان گناہ کی مہلک زہر سے کسی طرح بچ نہیں سکتا جب تک اس کو اس کامل اور زندہ خدا پر پورا یقین نہ ہو۔

(نسیم دعوت۔ روحانی خزائن جلد 19 ص 447)

خدا تک پہنچانے کی حقیقت

’’ہم اس بات کے گواہ ہیں اور تمام دنیا کے سامنے اس شہادت کو ادا کرتے ہیں کہ ہم نے اس حقیقت کو جو خدا تک پہنچاتی ہے قرآن سے پایا ہم نے اس خدا کی آواز سنی اور اس کے پُرزور بازو کے نشان دیکھے جس نے قرآن کو بھیجا۔ سو ہم یقین لائے کہ وہی سچا خدا اور تمام جہانوں کا مالک ہے۔ ہمارا دل اس یقین سے ایسا پُر ہے جیسا کہ سمندر کی زمین پانی سے۔ سو ہم بصیرت کی راہ سے اس دین اور اس روشنی کی طرف ہر ایک کو بلاتے ہیں ہم نے اس نور حقیقی کو پایا جس کے ساتھ سب ظلمانی پردے اٹھ جاتے ہیں اور غیر اللہ سے درحقیقت دل ٹھنڈا ہو جاتا ہے۔ یہی ایک راہ ہے جس سے انسان نفسانی جذبات اور ظلمات سے ایسا باہر آجاتا ہے جیسا کہ سانپ اپنی کینچلی سے۔‘‘

(کتاب البریہ۔ روحانی خزائن جلد 13 ص 65)

بے شمار برکتوں، قدرتوں اور حسن والا سچا خدا

’’اس قادر اور سچے اور کامل خدا کو ہماری روح اور ہمارا ذرہ ذرہ وجود کا سجدہ کرتا ہے۔ جس کے ہاتھ سے ہر ایک روح اور ہر ایک ذرہ مخلوقات کا مع اپنی تمام قویٰ کے ظہور پذیر ہوا۔ اور جس کے وجود سے ہر ایک وجود قائم ہے۔ اور کوئی چیز نہ اس کے علم سے باہر ہے اور نہ اس کے تصرف سے ۔ نہ اس کے خلق سے ۔ اور ہزاروں درود اور سلام اور رحمتیں اور برکتیں اس پاک نبی محمد صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم پر نازل ہوں جس کے ذریعہ سے ہم نے وہ زندہ خدا پایا۔ جو آپ کلام کر کے اپنی ہستی کا آپ ہمیں نشان دیتا ہے اور آپ فوق العادت نشان دکھلا کر اپنی قدیم اور کامل طاقتوں اور قوتوں کا ہم کو چمکنے والا چہرہ دکھاتا ہے۔ سو ہم نے ایسے رسول کو پایا جس نے خدا کو ہمیں دکھلایا۔ اور ایسے خدا کو پایا جس نے اپنی کامل طاقت سے ہر ایک چیز کو بنایا۔ اس کی قدرت کیا ہی عظمت اپنے اندر رکھتی ہے جس کے بغیر کسی چیز نے نقش وجود نہیں پکڑا۔ اور جس کے سہارے کے بغیر کوئی چیز قائم نہیں رہ سکتی۔ وہ ہمارا سچا خدا بے شمار برکتوں والا ہے۔ اور بے شمار قدرتوں والا اور بے شمار حسن والا، احسان والا اس کے سوا کوئی اور خدا نہیں۔‘‘

(نسیم دعوت۔ روحانی خزائن جلد 19 ص363)

ہمیشہ کی روحانی زندگی والا نبیؐ

«اے تمام وہ لوگو جو زمین پر رہتے ہو! اور اے تمام وہ انسانی روحو جو مشرق اور مغرب میں آباد ہو! میں پورے زور کے ساتھ آپ کو اس طرف دعوت کرتا ہوں کہ اب زمین پر سچا مذہب صرف اسلام ہے اور سچا خدا بھی وہی خدا ہے جو قرآن نے بیان کیا ہے۔ اور ہمیشہ کی روحانی زندگی والا نبی اور جلال اور تقدس کے تخت پر بیٹھنے والا حضرت محمد مصطفیٰ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم ہے جس کی روحانی زندگی اور پاک جلال کا ہمیں یہ ثبوت ملا کہ اس کی پیروی اور محبت سے ہم روح القدس اور خدا کے مکالمہ اور آسمانی نشانوں کے انعام پاتے ہیں»

(تریاق القلوب۔ روحانی خزائن جلد 15 ص141)

03 اگست 2020ء		طلوع فجر	غروب آفتاب
مکہ مکرمہ		04:32	18:58
مدینہ منورہ	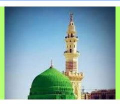	04:26	19:04
قادیان		04:14	19:23
ربوہ		03:54	19:03
اسلام آباد ٹلفورڈ	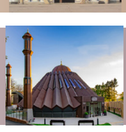	04:02	20:46